مغربی بنگال

کارل مارکس نمبر

۱۵ر اپریل ۱۹۸۳ء

رخِ حیات کو بخشیں تجلیاں تو نے
بکھیر دی ہیں فضاؤں میں سرخیاں تو نے
جلائی عزم کی مشعل عمل کی راہوں میں
دیا ہے منزلِ مقصود کا نشاں تو نے

جہانِ پیر کی طرحِ کہن بدل ڈالی!
مٹائے فرقہ و طبقات کے نشاں تو نے
عنانِ وقت ہے محنت کشوں کے ہاتھوں میں
یہ راز وہ ہے جسے کر دیا عیاں تو نے

سردار جعفری

کارل مارکس، ان کی بیٹیاں اور انیگلس

پندرہ روزہ

مغربی بنگال کلکتہ

مدیر اعلیٰ: پربیتن بھٹاچاریہ
مدیر: دھریندرا ناتھ دت
مدیر معاون: محمد اعظم

جلد ۳۰ • یکم اپریل ۱۹۸۳ء • شمارہ ۷

شرح خریداری

قیمت: ۱۲ پیسے فی پرچہ
سالانہ: ۳ روپے

ترسیل زر کا پتہ

بزنس منیجر
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
۲۳- آر این مکھرجی روڈ، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

علی سردار جعفری کی •

کارل مارکس

"نیست پیغمبر ولیکن در بغل دارد کتاب" — اقبال

وہ آگ مارکس کے سینے میں جو ہوئی روشن
وہ آگ سینۂ انساں میں آفتاب ہے آج
وہ آگ جنبشِ لب جنبشِ قلم بھی بنی
ہر ایک حرف نئے عہد کی کتاب ہے آج
زمانہ گیر و خود آگاہ و سرکش و بیباک
سرورِ نغمہ و سرمستیِ شباب ہے آج
ہر ایک آنکھ میں رقصاں ہے کوئی منظرِ نو
ہر ایک دل میں کوئی دلنواز خواب ہے آج
وہ بادہ جس کی تمنا تھی چشمِ آدم کو
وہ جلوہ چشمِ تمنا میں بے نقاب ہے آج

• • •

عظیم انقلابی رہنما

کارل مارکس

از

شری جیوتی باسو

وزیر اعلیٰ مغربی بنگال

آج ۱۴ مارچ ۱۹۸۳ء کو سائنسی سوشلزم اور کمیونزم کے محقق اور دنیا کی پرولتاریت یعنی غریب محنت کش طبقہ کے عظیم انقلابی رہنما کارل مارکس کی سوویں برسی ہے۔ ۵ مئی ۱۸۱۸ء میں اس عظیم ہستی کا جنم ہوا تھا اور ۱۴ مارچ ۱۸۸۳ء کو یہ اس دار فانی سے ہمیشہ کے لئے کوچ کر گئے۔ اینگلس کے لفظوں میں "اس عظیم ترین مفکر کے سوچ وچار کا کام رک گیا"۔

ہماری پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے مارکس کی سوویں برسی منانے کا صحیح فیصلہ کیا ہے۔ اس سال کارل مارکس اور ان کے عزیز دوست اور ساتھی اینگلس کے فلسفے اور ان کی تعلیمات کی وسیع پیمانہ پر ہمیں اشاعت کرنی ہوگی۔ کارل مارکس اور فیڈرک اینگلس کی تصانیف اور ان کی کارگذاریوں کو دوسروں سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ ان دونوں نے سائنسی اشتراکیت اور کمیونزم کے اصولوں کی تشریح کی اور ان کے فروغ کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ ہماری پارٹی کی مغربی بنگال ریاستی کمیٹی نے کارل مارکس کی سوویں برسی کو پارٹی کی تعلیم کے سال کے طور پر منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ پورے ایک سال کے دوران مارکس کے انقلابی فلسفہ، تعلیم اور کارناموں کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ کرنا ہوگا اور ان کی گہرائیوں کو سمجھنا ہوگا۔ صرف سمجھنا ہی کافی نہیں بلکہ مارکسزم کے اصولوں پر مبنی مارکس کے فلسفہ اور ان کی تعلیمات کو ہمارے ملک میں خاص خاص صورت حال میں روبہ عمل لانے کی کوشش کرنی ہوگی۔ مارکس کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنا کر ہی ہم ان کی صد برسی کو صحیح طریقہ سے منا سکیں گے۔

اس سلسلہ میں لینن نے کہا تھا "مارکس کی تعلیم ایک طاقت ہے کیونکہ وہ سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے .... مارکسزم کے آغاز کے بعد دنیا کی تاریخ کے تین اہم ادوار میں سے ہر ایک نے مارکسزم کے لئے نئی کامرانی پیش کی۔ لیکن تاریخ کے آنے والے دور پرولتاری طبقہ کی تعلیم کی شکل میں مارکسزم کیلئے اور بھی بڑی کامیابی پیش کریں گے"۔

(لینن۔ مرتب تحریریں)

لینن کی پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔ لینن کے وقت لینن کی سربراہی میں ۱۹۱۷ء میں والشویک کے تحت روس میں عظیم اکتوبر (نومبر) اشتراکیتی انقلاب کو کامیابی حاصل ہوئی اور برسر اقتدار آنے کے فوراً بعد ہی پرولتاری حکام نے روس میں استحصال سے پاک اور غربت وبے روزگاری سے آزاد سماج کی تیاری کا کام شروع کر دیا۔ روس میں اشتراکیت کی فتح، دراصل مارکس کی انقلابی تھیوری کی جیت تھی لینن کی سربراہی میں والشویک پارٹی نے روس میں مارکسزم کے اصولوں پر روس میں کامیابی حاصل کی۔ اکتوبر انقلاب کی کامیابی خصوصاً دوسری عالمگیر جنگ کے خاتمہ کے بعد اشتراکیت اور کمیونزم کی ترقی کا دور شروع ہوا۔ یہ زمانہ سامراجی نظام کے خاتمہ اور نو آبادیاتی غلامی نظام کے خاتمہ کا دور کہا جا سکتا ہے۔ مارکس، اینگلس اور لینن کے انقلابی نظریہ، تعلیمات اور خدمات

نے مختلف ممالک کے پرولتاری طبقہ، محنت کش عوام اور غلامی کے شکنجوں
میں جکڑے ہوئے مزدوروں کو بیدار کیا۔ انہوں نے لوگوں کے دلوں میں ایک نئی روح پھونک
دی۔ اور ان میں ایک نئی جد و جہد کا جذبہ پیدا ہوا۔ ہر ملک میں کسانوں کی تحریک کا
سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور جگہ جگہ مزدور طبقہ کی انقلابی پارٹی تیار ہونے
لگی۔ ہمارے ملک ہندوستان میں مارکس کے انقلابی خیالات اور تعلیم کا اثر پڑا۔
عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی لہر یہاں ہندوستان میں بھی پہونچی اور
یہاں بھی کمیونسٹ تحریکیں شروع ہو گئیں۔

مارکس اور اینگلس پرولتاری طبقہ اور تمام محنت کش عوام کے
گویا استاد اور رہنما تھے۔ فلسفہ، سیاسی معیشت، منطقی مادیت اور تاریخی
مادیت، طبقاتی جد و جہد، پرولتاری طبقہ کی سربراہی کا نظریہ، اشتراکیت
اور کمیونزم پر مبنی سوسائٹی کا عام نظریہ — ان تمام
موضوعات پر ان کی تحقیق نتائج نے ساری دنیا میں سرمایہ داری کے
خلاف جد و جہد، عام لوگوں کو سرمایہ داروں کے ظلم سے نجات دلانے
یعنی صحیح معنوں میں انسانی سماج کی تنظیم کی جد و جہد میں مدد کی اور مدد
کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔ لیکن مارکس نے خود کو ان انقلابی اصولوں کے مطالعہ کرنے
اور ان کی اشاعت کرنے تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ انہوں نے خود
کو سیاسی کارگذاریوں اور جد و جہد سے ہمیشہ کے لئے منسلک کر دیا۔

مارکس ایک سائنسداں بھی تھے۔ ڈارون نے جس طرح انسانی
ارتقا کی تھیوری (نظریہ) پیش کی تھی اسی طرح مارکس نے تاریخی
مادیت کی تھیوری کی بنیاد پر انسانی سماج کی تاریخ کے قوانین اور
فاضل قدر کی تھیوری پیش کی تھی۔ اینگلس نے اپنی کتاب "تخیلی اور سائنسی
اشتراکیت" میں یوں ذکر کیا کہ "مارکس کی ان دو عظیم دریافتوں سے
اشتراکیت کے تصور میں بنیادی تبدیلی پیدا ہوئی اور اشتراکیت ایک
سائنس بن گئی۔"

انسانی سماج کی ترقی کے سائنسی تجربہ سے کارل مارکس اس
نتیجہ پر پہونچے کہ اشتراکیت اور کمیونزم صرف تصور نہیں ہے بلکہ حقیقت
ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ سرمایہ دارانہ نظام خود سے ختم ہو جائیگا
اور اشتراکیت اور کمیونزم سماج میں خود بخود قائم ہو جائیں گے۔ انقلاب
کی حقیقی صورت حال سے رونما ہونے والے انقلاب اور دونوں ہی
اس انقلاب کو صحیح راستہ پر گامزن ہونے کے لئے ایک سرگرم طاقت
کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لئے مارکس اور اینگلس نے پرولتاریہ کی
مطلق العنانی اور انقلابی اصولوں پر مبنی مزدور طبقہ کی انقلابی پارٹیوں پر
بہت زیادہ زور دیا ہے۔ پیرس کمیون سے مارکس نے ایک اچھا نتیجہ
اخذ کیا تھا اور وہ یہ کہ مزدور طبقہ کے ذریعہ صرف ملک کی سربراہی پر
دخل کرنا کافی نہیں ہے بلکہ اس سربراہی کو مستحکم بنانے اور پھیلانے
اور بورژوا ریاست کو توڑ کر ایک نئے راج کا انتظام کرنا بہت ضروری
ہے۔

مارکس صرف سائنسداں ہی نہیں تھے بلکہ سب سے پہلے
وہ انقلابی تھے۔ اینگلس اس سلسلے میں یوں رقمطراز ہیں: "مارکس کی
زندگی کا مقصد ہی یہی تھا کہ سرمایہ دارانہ نظام اور اس کی تمام پیدا کردہ
ریاستی تنظیمیں ختم ہو جائیں۔ مارکس کے لئے "سائنس" تاریخی نقطۂ نظر
سے محرک اور انقلابی طاقت تھا۔" [کارل مارکس کی تدفین پر اینگلس
کی تقریر)

مارکس کی دریافت، ان کے مطالعہ اور ان کی تحقیق کا اصل
مقصد منطقی اور تاریخی مادیت تھا۔ یہ مارکسزم فلسفہ کی بنیاد ہے۔
یاد رکھئے کہ یہ مارکسی اصول ہے۔ اپنے ملک کی مخصوص صورت حال
کے پیش نظر مارکسزم کے صحیح استعمال کے لئے مارکس کے اصولوں
کی پیروی کرنا تمام مارکس وادیوں کے لئے ضروری ہے۔ مارکسزم
عمل کے ساتھ ساتھ قائم اصول بھی ہے۔ مارکس اور اینگلس کے
مشترکہ دستخطوں سے جاری کردہ کمیونسٹ منشور میں یہ بات درج
ہیں کہ مارکس کے خیالات اور اصولوں کو مختلف ملکوں میں مختلف
صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے دوبارہ عمل میں لانا ہوگا۔ لیکن بنیادی
نظریہ میں کسی قسم کی ترمیم کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس منشور میں ایک
اور بھی بات کہی گئی جو ہمارے لئے کافی اہمیت کی حامل ہے۔ وہ
بات یہ ہے "خود کو مطالبات کے سلسلہ میں جد و جہد کرتے وقت
مزدور طبقہ کو اپنے مستقبل کا تصور کر کے سرمایہ دارانہ نظام کے
ظلم سے آزادی، استحصال سے آزادی اور اشتراکیت اور کمیونسٹ
سماج کا قیام — ہمیشہ پیش نظر رکھنا ہوگا۔"

ہندوستان کی بابت مارکس کی تحریریں قابل غور
ہیں۔ مارکس نے اپنے بہت سارے مضامین میں انگریزوں کی

نوآبادیاتی حکومت کے خلاف ہندوستان کے لوگوں کی جدوجہد آزادی کی تعریف کی۔ ہندوستان سے ہزاروں میل کی دوری پر رہنے کے باوجود ہندوستان کی بابت حقائق سے پُر ایسے مضامین لکھنا مارکس جیسی عظیم ہستی کے لئے ہی ممکن ہوتا۔ مارکس نے ہندوستان، چین اور دیگر ممالک کی بابت بھی مضامین لکھے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مارکس اور اینگلس نوآبادیاتی اور محکوم ملکوں کی آزادی کی جدوجہد کی بابت سوچ وچار کیا کرتے۔ (ہندوستان میں برٹش راج، ۲۵ جون ۱۸۵۳ء)۔

ہندوستان کے سلسلہ میں مارکس اپنے ایک اور مضمون میں یوں رقم طراز ہیں: ہندوستان کے لوگ نئے عناصر سے جنھیں انگریز سامراجیوں نے ان کے درمیان تقسیم کیا تھا، اس وقت تک مکمل فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے، جب تک برطانیہ میں صنعتی پرولتاریت آج کے حکمرانوں کی جگہ نہ لیں یا جب تک کہ ہندوستان کے لوگ اتنے طاقتور نہ ہو جائیں کہ وہ طوق غلامی کو گلے سے اتار پھینکیں (مارکس اینگلس مشترکہ مضامین صفحہ ۲۷)۔

فریڈرک اینگلس ۱۸۴۵ء

کارل مارکس
۱۸۶۰ء سے شروع ہونے والی دہائی کے زمانہ کی تصویر۔

مزدور طبقہ کو اپنی آزادی کے لئے اور استحصال کے پھندے سے سارے انسانی سماج کو آزاد کرانے کے لئے کون سی حکمت عملی کو اپنانا چاہئے، کون سے پروگرام کو روبہ عمل لانا چاہئے، ان کے ڈھانچے مارکس اور اینگلس تیار کر گئے ہیں۔ سائنسی اشتراکیت کے ان موجدوں نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ اشتراکیت کی جدوجہد میں صرف مزدور طبقہ ہی اکیلا نہیں رہے گا بلکہ کسان، شہروں کے متوسط طبقہ کے لوگ، عالم فاضل لوگ مزدوروں کے قدرتی دوست ہوں گے۔

جو لوگ استحصال سے آزاد سماج قائم کرنا چاہتے ہیں اور انسانی سماج کی فلاح و بہبود اور ترقی کے متمنی ہیں، انھیں مارکس اور اینگلس کی تعلیمات فیض پہونچاتی رہیں گی۔

کارل مارکس کی موت کی صد سالہ برسی کے موقعہ پر اس عظیم اور انقلابی ہستی کو ہم خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور ان کی تعلیمات کو عام لوگوں تک پہونچانے اور فروغ دینے کا عہد کرتے ہیں۔

پرولتاریہ کا قومی ترانہ

اٹھو، اے بھوک کے قیدیو اٹھو،
اٹھو، دھرتی کے مفلوک الحال لوگو، اٹھو،
کیونکہ، انصاف بہ بانگ دہل مذمت کر رہا ہے،
ایک بہتر دنیا جنم لے رہی ہے
روایتی زنجیریں اب ہمیں مزید باندھ نہیں سکیں گی
اٹھو، اے غلامو اٹھو، اب غلامی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔
یہ دھرتی اب نئی بنیادوں پر از سر نو ابھرے گی۔
ہم صفر تھے، اب ہم ہی سب کچھ ہوں گے
یہ آخری تصادم ہے۔
آیئے ہر ایک اپنی اپنی جگہ تن کر کھڑا ہو جائے۔
انٹرنیشنل ہی
انسانی نسل کی نمائندگی کرے گی

۱۸۷۱ء کے موسم گرما میں لندن میں جن جری کمیونارڈوں کو پناہ ملی ان میں فرانسیسی شہری یوجین پوتیئر بھی شامل تھے وہ اپنے ساتھ دروپوشی کے دوران لکھی گئی نظمیں بھی لئے ہوئے تھے ایسی نظمیں جو انقلاب پیرس کے جوش و ولولے سے معمور تھیں جو شکست کے باوجود بین الاقوامی مزدور تحریک کے لئے مینارۂ نور بن چکا تھا۔ برس گذر گئے اور ان میں سے ایک نظم جو کئی زبانوں میں منتقل ہوئی، تمام ملکوں کے پرولتاریہ کا قومی ترانہ قرار پائی جو ہر جبر و استبداد کے خلاف جد و جہد کے لئے اٹھ کھڑے ہونے کی اپیل بن گئی۔

کارل مارکس اور ہندوستان

از:- این ٹراکوپیان، پی ایچ ڈی

۵ مئی ۱۹۸۳ء تاریخ انسانیت کے عظیم مفکر کارل مارکس کی ۱۶۵ ویں سالگرہ سے منسوب ہے کارل مارکس نے انسانیت کے لیے جو خدمات انجام دیں ہیں ان سے پوری دنیا واقف ہے انہوں نے اور ان کے ہم خیال کامریڈ فریڈرک انگلس نے جو خیالات و نظریات پیش کیے ان میں، دنیا میں سماجی انصاف قائم کرنے کا صحیح راستہ دکھلایا گیا۔ ہندوستان میں مارکس کے نظریات کی اشاعت بہت ہی پہلے سے شروع ہو گئی تھی۔ تقریباً نصف صدی سے بھی پہلے جواہر لال نہرو نے دنیا کی خوشحالی اور اجیار نو کے لیے مارکس کی تعلیمات کو بڑی اہمیت دی تھی انہوں نے ان کی کتاب "سرمایہ" کو ایک شاہکار قرار دیا اور اسے ان چند کتابوں میں شمار کیا جنہوں نے کثیر التعداد عوام کے ذہن پر گہرا نقش چھوڑا جن سے ان کے خیالات میں تبدیلی آئی اور انسانی ترقی پر زبردست اثر پڑا۔

مارکس پر مدلل بحث کرنے سے پہلے میں ان کی تحقیقات کی نمایاں خصوصیات سے قطع نظر ان کے انقلابی رجحانات پر توجہ مبذول کرانا چاہوں گا لینن نے اپنی کسی ابتدائی تخلیق میں سائنس کی منصفانہ دلیل اور انقلابی رجحان کے جو مارکسزم کی اہم خصوصیات میں سے ایک ہے اتحاد اور اتصال سے متعلق وضاحت کی تھی ہندوستان سے متعلق مارکس کے مضامین اس طرح کے رجحانات کی مثال پیش کرتے ہیں۔

ہندوستان میں جب برطانوی سرمایہ دارانہ نظام کی حمایت کی جارہی تھی مارکس نے اس کی مخالفت کی اور نوآبادیاتی ملکوں کے حاکموں کے ظالمانہ اصولوں اور غیرانسانی فعلوں کو اپنی تحریروں میں عیاں کر دیا۔

ایک جگہ کہتے ہیں کہ کیا ایسا نہیں ہوا کہ بورژوا طبقے نے عوام اور انفرادی طور پر لوگوں کو قتل و خون، مفلسی اور ذلت کے راستے پر گامزن کیے بغیر ترقی نہیں کی۔ کیا بورژوائی تہذیب کے مکر و فریب اور ظلم نوآبادیاتی ملکوں میں اب بھی جاری نہیں ہے۔

مندرجہ بالا سوالات ہندوستان سے متعلق مارکس کے ایک مضمون سے ماخوذ ہے۔ حقیقی معنوں میں مارکس نے ہندوستان کے متعلق متعدد تخلیقات بشمول "سرمایہ" میں اس طرح کے سوال اٹھائے مزید براں ان کی متعدد تخلیقات کے خلاصہ اور دستاویزات کے مطابق ہندوستان ان کی تحریر و نگارشات کا اہم موضوع رہا ہے مثال کے طور پر "ہندوستانی تواریخ پر تاریخی تبصرہ" (Chronological notes on Indohistory) کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

ہندوستانی تواریخ سے دلچسپی:- مارکس ہندوستان کی قدیم و جدید تواریخ، ترقی کے لیے معاشی طریقۂ عمل، ہندوستانی معیشت و عالمی بازار کے درمیان رابطہ، ہندوستان میں برطانوی نوآبادیاتی پالیسی اور ہندوستانی عوام کی قومی آزادی کی جدوجہد سے یکساں دلچسپی رکھتے تھے۔ چند سوالات جیسے ہندوستان کے دیہی لوگوں کی تواریخ کو مارکس نے اپنا خصوصی موضوع بنایا۔ اس کے علاوہ مذہب، ثقافت اور قوانین کی تاریخ پر انہوں نے الگ الگ خامہ فرسائی کی۔ اگر ہندوستان سے متعلق مارکس کی تمام نگارشات کو یکجا کر لیا جائے تو ہندوستانی تواریخ کی بہت ہی دلچسپ اور واضح تصویر ہمارے سامنے ابھر کر آئے گی۔ مارکس اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ ہندوستان نے انسانی تہذیب میں ایک نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے باوجود اس کے وہ اس کے ماضی کا خاکہ نہیں کھینچتے اور نہ ہی ملک کی عام روایات کو تسلیم کرتے ہیں وہ سماجی زندگی کے پست ماندہ نظام حیات کے خلاف تھے جو ہندوستان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ کا باعث تھا۔ وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایشیائی ملکوں بالخصوص ہندوستان میں چونکہ مطلق العنان حکومت پہلے سے قائم تھی اس لیے انگریزوں کو یہاں (باقی صفحہ ۲۰ پر)

کیا آپ کو معلوم ہے؟

۱۸۳۶ء میں پرشیا کا کاؤنسلر لدوگ وان ویسٹ فالن کی بیٹی جینی وان ویسٹ فالن کے ساتھ مارکس کی شادی طے کر دی گئی کارل اور جینی بچپن کے دوست تھے وقت گزرنے کے ساتھ یہ دوستی، اپنائیت اور محبت کے مضبوط رشتہ میں بدل گئی جس نے انہیں تا دم حیات ایک دوسرے سے وابستہ رکھا۔ ذہین، طباع اور خوبصورت جینی کو مشترکہ دانشورانہ رجحانات و مفادات نے مارکس سے وابستہ رکھا۔ یہ رفاقت ایک ذہنی ضرورت تھی۔ خاطر خواہ مالی وسائل اور سماج میں کسی خاص "مقام" سے محروم ایک طالب علم کے ساتھ زندگی گذارنے کا فیصلہ کر کے جینی نے ایک طرح سے بلا جھجک مادی خوشحالی کی زندگی سے دستبردار ہو گئی تھی۔ وہ پہلی ہستی تھی جس نے ان کی فطرت کی گہرائی کو تسلیم کیا جب کہ خود مارکس نے اپنی حیرت انگیز جینی کے لئے عہد شباب کی پرجوش محبت کو زندگی بھر برقرار رکھا۔ منگنی کے بعد سات سال کے طویل اور پر صعوبت وقفہ کے بعد جینی اور کارل باضابطہ طور پر رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

اٹھارہ سال کی عمر میں کارل مارکس کی منگنی ہوئی۔ جینی سے انہیں دلی محبت تھی اسلئے اس عمر میں انہوں نے وہ بھی کیا جو بہت سارے نوجوان عشق میں مبتلا ہو کر کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے شاعری کی، نظموں میں اپنے جذبات و احساسات کو پیش کرنے کی کوشش کی۔ یہ خیال پتھر بن کر دل کو کچلے ڈالتا تھا کہ جینی کے ہجر میں کئی برس کاٹنے ہیں۔ انہوں نے اتنی نظمیں لکھیں کہ تین کاپیاں بھر گئیں یہ سب جینی سے منسوب تھیں۔ "میری جان اور میری آخری سانس تک میری محبوبہ جینی وان ویسٹفیلن کے لئے"۔ ●

وجہ بے رنگی گلزار کہوں تو کیا ہو
کون ہے کتنا گنہگار کہوں تو کیا ہو
تم نے جو بات سر بزم نہ سننا چاہی
میں وہی بات سر دار کہوں تو کیا ہو

ساحر لدھیانوی

مارکس کی بیوی، جینی وان ویسٹ فالین

مارکس کے زمانۂ طالب علمی کی ایک تصویر
(ایک ڈرائنگ پر مبنی)

کارل مارکس صدی کے نام

اویس احمد دوراں

جب اس کی عالمی آواز ابھری تو دشمنوں کے
دل لرز اٹھے

وہ نادان فلسفی خوئے ایازی میں
جو یکتا تھے

جہاں بانوں کی خاطر روز و شب جو
سوچتے تھے بیچ پھیلاتے تھے

یک آواز بول اٹھے
کہ یہ محنت کشوں کا فلسفہ
بجز زمیں کی کوکھ سے نکلا ہے
اس میں پھول پھل ہرگز نہ آئیں گے
سنکے تاجداروں کے بہی خواہوں نے فرمایا
سنو! یہ فلسفہ
یہ فکر
یہ اعلان بیداری کا
سوالوں اور خوابوں کا
ادب ہے جو بہت ہی خوبصورت ہے
ادب سے بھی کہیں مزدور کی تقدیر چمکی ہے
کسانوں کے شکستہ جھونپڑے
محلوں میں بدلے ہیں؟
وہ دقیانوسی طرز فکر کے ناکارہ دانشور
جو استحصال کرنے والوں کے کوچہ
میں اپنی دم ہلاتے تھے

یہ زعم خود
حکیمانہ نظام فکر کو مہمل سمجھ بیٹھے

بہت برہم ہوئے
کھل کر مذمت کی
تمسخر
طنز
پھبتی
ہجو کے حربے لئے
ٹھیک آج کے ظلمت پرستوں کی طرح
ہر سمت سے دوڑے
مگر تعلیم کارل مارکس
جس کی تہہ میں صدیوں کی صداقت ہے
ظفر مند ا نکلی
اور مرہم بن کے مزدوروں کے زخمی
دل میں جا بیٹھی
اسی دنیا نے ایک پیرس کمیون
اسی نگاہ شوق سے دیکھا
یہ کارل مارکس کے خوابوں کی پہلی
دل نشیں تعبیر تھی جس نے
غریبوں کے مقدر کو بدل ڈالا
غم ایام کے ماروں نے اپنی صف بنا ڈالی
کئی ملکوں نے شالوں سے
غلامی کے جوئے پھینکے
کئی ظل الٰہی تخت سے اترے
شہنشاہوں کے سر سے تاج گر کر
وقت کے زیر قدم آئے

کروڑوں بھوکے ننگے لاڈلوں کی فوج اتر آئی
زمیں کے بالادستوں نے سزا پائی
جہالت
بھوک
ناداری
ہزاروں سال تک جس کو
مذاہب نے خدائی دین سمجھا اور سمجھایا
زمیں کی اک تہائی گود سے بھاگی
جہاں میں آسمانی بادشاہت کے وکیلوں نے
ہلاکت خیزیاں کیں
بے نواؤں پر ستم ڈھائے
خدا کے نام پر صدیوں
سسکتے بلبلاتے سادہ لوحوں کو
ہر اک خطہ میں بہکایا
یہ قاتل رسم اگرچہ اب بھی جاری ہے
مگر اے ہم نفیرو
یہ طلوع صبح بیداری کا موسم ہے
ابھی تو اک صدی گزری ہے
مستقبل کو آنے دو
زمیں کے چپہ چپہ پر
کروڑوں زخمیوں کا فلسفہ ہی تاج پہنے گا
تضادوں سے بھرے ماحول غم کا خاتمہ ہوگا
نئی آسودگی کا حسن ہر انسان کے چہرے سے
چھلکے گا

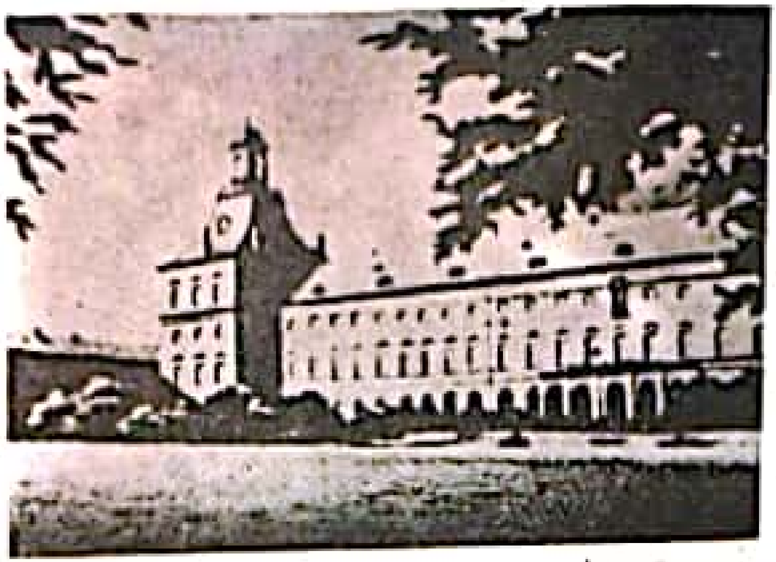

بون یونیورسٹی

FERDINANDO I

MAGNI DUCIS ET DUCUM SAXONIAE

NUTRITORUM ACADEMIAE IENENSIS

CAROLO FRIDERICO

ERNESTO REINHOLD

CAROLO FRIDERICO BACHMANNO

ORDO PHILOSOPHORUM

CAROLO HENRICO MARX

DOCTORIS PHILOSOPHIAE HONORES

PUBLICO HOC DIPLOMATE

مارکس کا ڈاکٹر آف فلاسفی کا سرٹیفکیٹ

ان۔ اے۔ نسیم

جاننے کی باتیں

کارل مارکس کے خاندان نے کبھی بھی انتہائی مشکل اور دشوار حالات میں امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ وہ ہمیشہ رجائیت پسند رہا ان کے دوستوں نے اس بات کی نشان دہی خاص طور پر کی ہے کہ یہ سائنس کا انسان، ایک انتہائی مستعد اور توجہ دینے والا باپ تھا۔ فرصت کے لمحات میں جو انہیں کم ہی میسر آتے تھے وہ اپنے بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے جنہیں وہ اپنا دوست سمجھتے تھے انہوں نے ایک باپ کی حیثیت سے اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کبھی بھی نہیں کیا۔

مارکس کے قدرے سانولے رنگ اور سیاہ بالوں کی وجہ سے ان کی بیوی اور ان کے بچے انہیں مور (افریقہ کے شمال مغرب میں آباد مخلوط عرب اور بربر نسل کے لوگ) کہا کرتے تھے۔ ان کی بچیاں اس وقت وسیع پیمانے پر رائج "اعتراف" کے کھیل کی بے حد دلدادہ تھیں یہ کھیل سوال وجواب پر مشتمل ہوتا تھا۔ مارکس کھیل کھیل میں ہی جو جوابات دیتے ان میں اکثر وبیشتر ایک نڈر انقلابی ایقان کی صدائے بازگشت سنائی دیتی۔ وہ ایک عظیم انسان اور پرولتاری سربراہ کی عظیم صفات کی عکاسی کرتے تھے ذیل میں بعض سوال وجواب درج ہیں۔

آپ کی پسندیدہ خوبی۔	سادگی
آپ کی بنیادی خصوصیت۔	مقصد کی یکسوئی
مسرت کے بارے میں آپ کا تصور۔	جدوجہد
آپ کی رائے میں فلاکت کیا ہے۔	تابعداری
آپ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت گناہ۔	کمینہ پن
آپ کا پسندیدہ مشغلہ	مطالعہ
آپ کا پسندیدہ رنگ	سرخ

اپنے باپ کی راست گوئی اور ریاکاری سے نفرت بچوں کو ورثے میں ملی تھی۔ خاندان میں اکثر سیاسی واقعات، انقلابی تحریک کے شرکاء کی زندگی اور طبقاتی جدوجہد کے موضوع پر بات چیت ہوتی یہی چیزیں گفتگو کا بنیادی موضوع تھیں۔ مارکس کے بچوں میں آزادی اور خود مختاری کے تصورات نیز غلامی اور جبر واستبداد کے خلاف نفرت وحقارت کے جذبات اوائل عمری سے ہی رچ بس گئے تھے

کارل مارکس

از: محمد اعظم

ان کے نام اور کام کو بقائے دوام حاصل ہوگا

—————— ایف اینگلس

"دنیا کے مزدورو ایک ہو" کا نعرہ دینے والے کارل مارکس کا شمار ہر عہد کے عظیم علماء اور عوامی رہنماؤں میں ہوتا ہے وہ ایک عظیم مفکر اور سرگرم انقلابی رہنما تھے۔ تاریخ انہیں ایک ایسی ہستی کی شکل میں یاد کرتی ہے جسنے مزدور و محنت کش طبقہ اور جبر و استبداد کے شکار لوگوں کو جبر و استحصال سے نجات کی راہ دکھائی۔ مارکس نے سرمایہ دارانہ استحصال کے نظام کو ختم کر دینے اور اس کی جگہ ایک اشتراکیتی سماج کی تعمیر کے سلسلہ میں مزدور طبقہ کے تاریخی کردار کی بابت ایک نظریاتی اساس فراہم کی۔ طبقاتی جدوجہد، اشتراکیتی انقلاب اور اشتراکیت کی بابت مارکس، ساتھ ہی اینگلس کی تعلیم، فطرت، سماج اور انسانی فکر کے ارتقا کی سائنس بن چکی ہے۔

کارل مارکس ۵ مئی ۱۸۱۸ء کو پروشیا کے صوبہ رائن کے تریر قصبہ میں پیدا ہوئے ان کے والد ہنرخ مارکس تریر میں وکالت کیا کرتے اور مقامی بار کے منتخب صدر تھے وہ انتہائی تعلیم یافتہ اور آزاد خیال انسان تھے وہ ترقیاتی فلسفیانہ خیالات کے حامل تھے اور روشن خیالی اور انسان دوستی کے تصورات پر یقین رکھتے تھے۔

ہنرخ مارکس ۱۸۳۸ء میں جگر کے موروثی عارضہ میں وفات پاگئے اس وقت کارل مارکس کی عمر ۲۰ سال تھی۔

کارل مارکس کی ماں ہنریتے پریس برگ نے اپنے آپکو مکمل طور پر امور خانہ داری اور اپنے ۹ بچوں کی پرورش و پرداخت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ کارل کا بچپن پرمسرت ماحول میں گذرا وہ اپنے چھوٹے چھوٹے دوستوں، بھائیوں بہنوں میں سب سے زیادہ شریر اور خوش مزاج تھے وہ کھیلوں اور شرارتوں کے نت نئے طریقے ایجاد کیا کرتے تھے وہ عجیب و غریب کہانیاں گڑھا کرتے تھے جنہیں ان کے ساتھی انتہائی توجہ کے ساتھ سنا کرتے تھے۔

۱۸۳۰ء میں کارل نے تریر جمنازیم میں داخلہ لیا۔ اس جمنازیم کی سنگی دیواریں طلبا کو روشن خیالی اور انسان دوستی کے تصورات میں دلچسپی لینے سے باز نہیں رکھ سکیں کیونکہ یہاں کے ہیڈ ماسٹر اور دیگر اساتذہ آزاد خیالی اور ترقی پسندی پر یقین رکھتے تھے۔

بحیثیت طالب علم مارکس نے پڑھائی لکھائی میں غیر معمولی دلچسپی لی۔ اسکول چھوڑتے وقت انہوں نے ایک مضمون پیشہ کے انتخاب کی بابت ایک نوجوان کے خیالات لکھا۔ اس مضمون سے ان کے اعلیٰ خیالات اور ان کی ترقی پسندی عیاں ہوجاتی ہے۔ انہوں نے لکھا تھا: "تاریخ ان لوگوں کو ہی عظیم ترین انسانوں کے نام سے یاد کرتی ہے جنہوں نے سبھوں کی رفاہ و بہبود کے لئے اپنے عمل کے ذریعہ شرافت کا مظاہرہ کیا۔ تجربہ شاہد ہے کہ سب سے زیادہ مسرور اور مطمئن وہ شخص ہے جس نے سب سے زیادہ لوگوں کو مسرت و شادمانی عطا کی ہو۔"

شاہی امتحان کمیشن نے مارکس کے ڈپلوما میں یہ لکھا: "مارکس بے حد ذہین ہے اور انہوں نے قدیم زبانوں، جرمن زبان اور تاریخ میں، علم ریاضی میں اور فرانسیسی زبان میں قابل تعریف محنت کا مظاہرہ پیش کیا۔ اس کمیشن نے انہیں گریجویٹ کی ڈگری عطا کی۔ کمیشن کو امید ہے کہ وہ ان کی ذہانت سے بجا طور پر وابستہ سازگار توقعات کو ضرور پورا کریں گے۔"

اکتوبر ۱۸۳۵ء میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے مارکس کو تریر چھوڑنا پڑا وہ ایک دخانی جہاز پر سوار ہوئے اور رائن میں سفر کرتے ہوئے بون پہونچے یہاں انہوں نے بون یونیورسٹی کے شعبہ قانون میں داخلہ لیا۔ بون میں ایک سال گذارنے کے بعد مارکس نے برلن یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ اور وہاں قانون کی تعلیم حاصل کی۔

۱۸۳۶ء میں برلن کے لئے روانہ ہونے سے قبل ایک پرلوی کاؤنسلر لدوگ وان ویسٹ فالن کی بیٹی جینی وان ویسٹ فالن کے ساتھ مارکس کی شادی طے کر دی گئی۔ مارکس اور جینی بچپن کے دوست تھے وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ رفاقت اور محبت کے مضبوط رشتہ میں بدل گئی جس نے انہیں تادم حیات ایک دوسرے سے وابستہ رکھا۔

پروشیا کی راجدھانی برلن میں مارکس کو ملک کی سیاسی زندگی کو بہت ہی قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ جنکرز (بڑے زمینداروں) کی بالادستی محنت کش لوگوں کی بدحالی و عزت اور شاہی نظام کی دوسری خرابیاں وہاں بہت زیادہ نمایاں تھیں۔ پروشیائی حکومت ترقی اور آزادی کی تمام امنگوں کو کچل ڈالنے کے درپے تھی جرمنی کے قومی اتحاد کی وکالت کرنے والوں کے لئے قید و بند کا خطرہ ہمہ وقت موجود تھا

برلن میں مارکس اپنی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔ یہاں انہوں نے اپنی توجہ ادب، قانون، نظریۂ فن، غیر ملکی زبان، فلسفہ اور تاریخ کی طرف مرکوز کر دی۔ انہوں نے اس سلسلہ میں اپنے والد کو ایک خط میں لکھا تھا کہ فلسفہ کے بغیر وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔

۱۸۱۸ء سے ۱۸۳۱ء تک فریڈرک ہیگل برلن یونیورسٹی میں لیکچرار تھے۔ انہوں نے جدلیاتی طریقہ کو فروغ دینے میں زبردست کردار ادا کیا وہ تمام مظاہر کی توجیہہ، ان کے ظہور، ارتقاء اور وحدت کے نقطہ نظر سے کرتے تھے لیکن ان کا فلسفہ عینیت کا فلسفہ تھا۔ گرچہ مارکس ہیگل کے خیالات سے پوری طرح اتفاق نہیں کرتے تھے تاہم فرقہ ہیگل اور ان کے شاگردوں کے قائم کردہ ڈکٹور کلب میں شامل ہو گئے۔ اس کلب کے گرچہ آپ بہت کم عمر ممبر تھے لیکن یہاں ایک عالم اور رجعت پرست فلسفہ کے زبردست ناقد کی حیثیت سے انہوں نے کافی شہرت حاصل کی۔

۱۵ اپریل ۱۸۴۱ء کو جینا کی یونیورسٹی نے مارکس کو قانون کے ڈاکٹر کی ڈگری عطا کی۔ مارکس نے اپنا مقالہ اسی یونیورسٹی میں داخل کیا تھا۔ مارکس نے جو تحقیقی مقالہ پیش کیا تھا اس کا موضوع تھا: "فطرت کا دیمو قریطوسی فلسفہ (پانچویں صدی قبل مسیح کے یونانی فلسفی ڈیموکریٹس کا فلسفہ) اور فلسفہ لذتیہ (یونانی فلسفی ایپی کیورس کا فلسفہ جو انسانی زندگی کا واحد مقصد لذت و عیش و عشرت قرار دیتا ہے) کے درمیان فرق۔"

پی ایچ ڈی کرنے کے بعد مارکس کو امید تھی کہ وہ ایک لیکچرر کی حیثیت سے علمی زندگی کا آغاز کریں گے۔ اپنی سائنسی تلاش و جستجو کا سلسلہ جاری رکھیں گے اور ایک ایسا رسالہ نکالیں گے جس میں دہریت کا پرچار کیا جائے گا لیکن ان کی یہ توقعات پوری نہیں ہو سکیں کیونکہ پروشیائی حکومت مخالفانہ جذبات کے فروغ سے بوکھلا اٹھی اور اس نے ترقی پسند اخبارات پر پابندی عائد کر دی

بنرخ بیٹے مارکس اور ان کی اہلیہ کے ساتھ
(ایک ڈرائنگ پر مبنی)

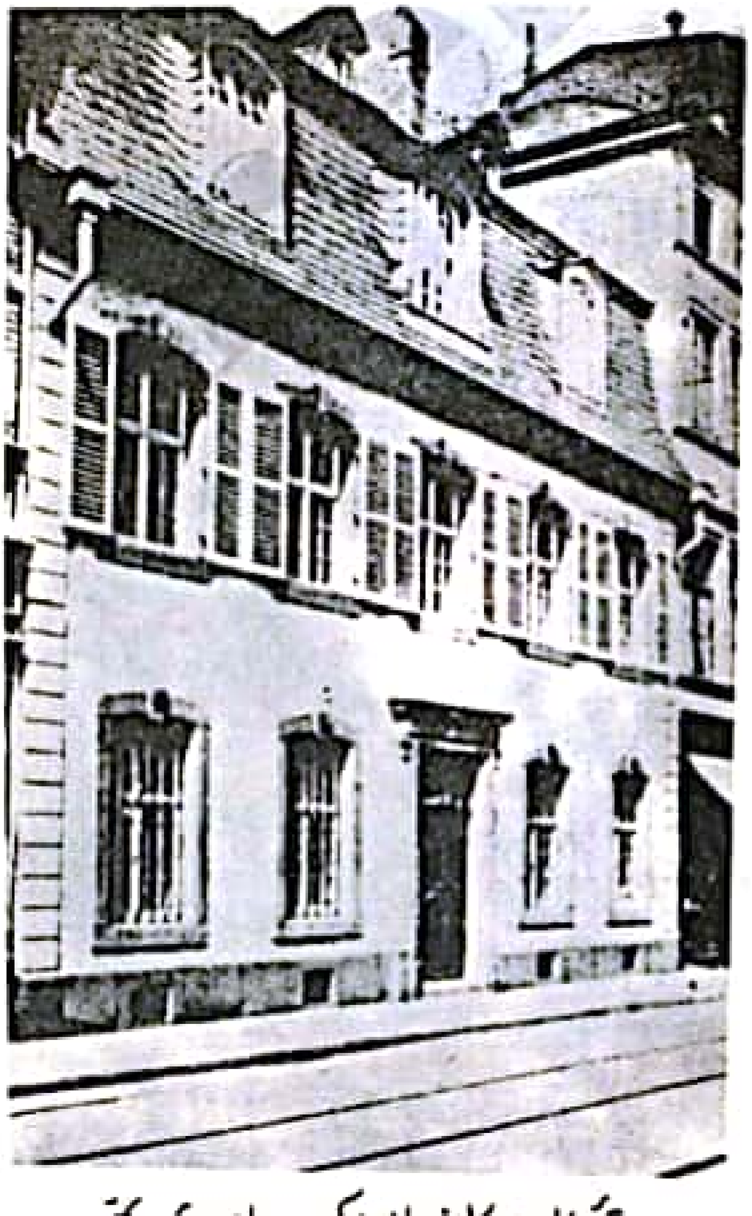

ترئیر کا وہ مکان جہاں مارکس پیدا ہوئے تھے

اور سنسرشپ کو سخت کر دیا۔ ایسے حالات میں مارکس نے درس و تدریس کا پیشہ اختیار کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

طلباء کو درس دینے کے امکان سے محروم ہونے کے بعد مارکس نے پروشیائی حکومت کو درس دینا شروع کر دیا اور انقلابی جدوجہد کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ ۱۸۴۲ء کے شروع میں کولون میں حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے رائن صوبہ کے بورژوا عناصر نے ایک رسالہ "رائنیشے سائٹنگ فیور پولیٹیک ہانڈل انڈگیوربے" جاری کیا۔ اس رسالے کی ادارت کے لئے کارل کو مدعو کیا گیا۔ کارل مارکس نے اس ذمہ داری کو قبول کیا۔ اس جریدے میں شائع ہونے والے پہلے ہی مضمون نے ایک انقلابی قلم کار کے روپ میں مارکس کی ذہانت اور جذبۂ جہاد کو اجاگر کر دیا۔ اپنے مضمون "لکڑی کی چوری سے متعلق قانون پر مباحثہ" میں مارکس نے استحصال کے شکار طبقوں کو کچلنے کے آلے کے روپ میں جاگیردارانہ شاہی ریاست کے طبقاتی کردار کی وضاحت کی جانب اولین قدم اٹھائے۔ اس مضمون میں انہوں نے طبقاتی مراعات پر، نوکرشاہی کے ظلم و ستم اور اس رجعت پرست نظریے پر بے باکی کے ساتھ تنقید کی جس کا چلن پروشیا میں عام تھا اور جسے پروشیائی حکام اور بڑے زمینداروں کی ناانصافی کو حق بجانب ٹھہرانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

مارکس کی ادارت میں یہ اخبار تیزی سے ترقی کرنے لگا۔ لیکن پروشیا کے حکام نے اس پر سخت سنسرشپ عائد کر دی۔ آخر میں اس اخبار کے حصص کے مالکوں نے مخالفانہ موقف سے دست بردار ہونے اور حکومت کی اطاعت قبول کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ اس کی اشاعت جاری رہے۔

لیکن اس اخبار کے ذریعہ انقلابی جمہوری تصورات کی تشہیر کے مواقع سے محروم ہو جانے کے بعد مارکس نے اس اخبار سے استعفیٰ دے دیا۔

اخبار سے الگ ہونے کے بعد مارکس اپنے آبائی وطن میں سیاسی جدوجہد میں حصہ لینے کے آخری موقع سے بھی محروم ہو گئے۔ اب انقلابی سرگرمیوں کے سلسلے کو جاری رکھنے کی ساری توقعات پیرس سے وابستہ تھیں لیکن ترک وطن سے قبل مارکس کروئیزناخ گئے جہاں اس وقت جینی وان ویسٹ فالن اور ان کی ماں مقیم تھیں۔ ۱۸۴۲ء میں جینی کے والد کے انتقال کے بعد وہ لوگ وہاں منتقل ہو گئے تھے۔ وہیں جینی اور کارل کی شادی ہو گئی۔

کروئیزناخ میں قیام کے دوران مارکس زبردست تحقیقی کام میں معروف ہو گئے۔ ہیگل کے فلسفۂ قانون پر تنقیدی نظر میں ریاست کے بارے

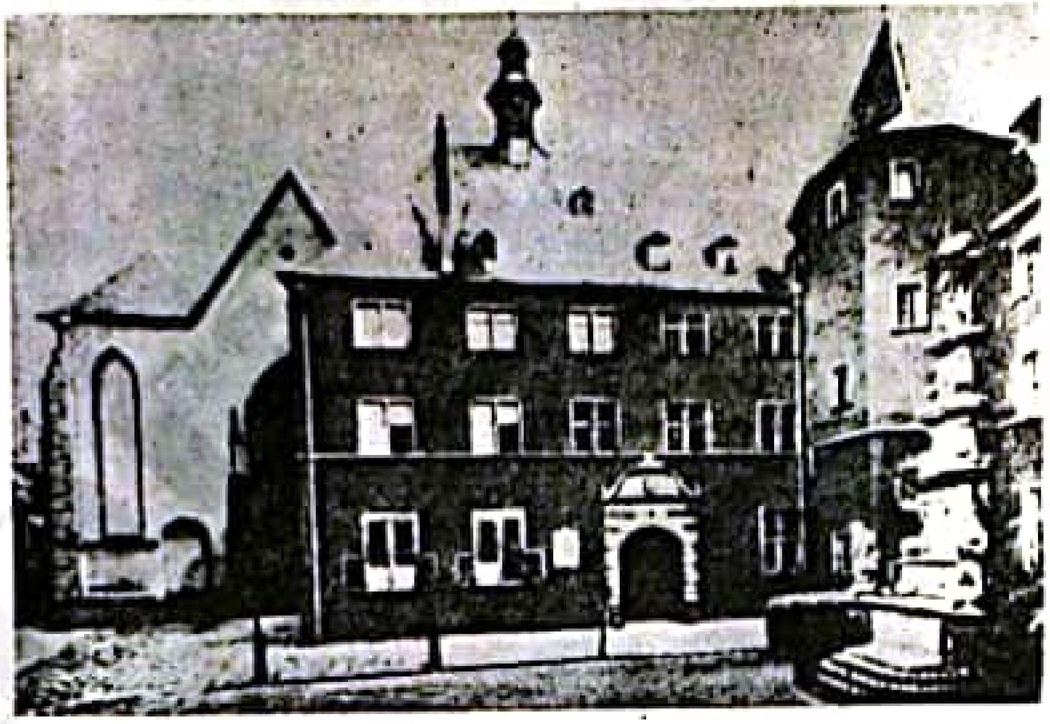

ٹریئر کا جمنازیم (اسکول)

Neue Rheinische Zeitung.
Organ der Demokratie.

زیتنگ کا پہلا شمارہ

میں ہیگل کے خیالات کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہونچے کہ بنی نوع انسان کے تاریخی ارتقاء کے سلسلے کے ادراک کی کلید ریاست میں نہیں بلکہ شہری سماج میں یعنی، مادی تعلقات کے دائرہ میں تلاش کرنا چاہیئے۔ مادیت کی شاہراہ پر مارکس کے سفر میں اس نتیجہ کو ایک اہم مرحلہ کی حیثیت حاصل ہے۔

اکتوبر ۱۸۴۳ء میں کارل اور جینی سیاسی مارکس وطنی کی پُرصعوبت زندگی کے ایک طویل سلسلے کے آغاز کے لئے پیرس پہونچ گئے۔ ۱۸۴۰ء سے شروع ہونے والی دہائی کے دوران پیرس یورپ کا سیاسی اور ثقافتی مرکز بن چکا تھا یہاں انقلاب گویا پیرس کی دہلیز پر دستک دے رہا تھا۔ ۱۸۴۰ء سے شروع ہونے والی دہائی کے اوائل میں ہی مارکس نے محنت کش عوام کے مفادات کے پرجوش حامی کا رول ادا کرنا شروع کر دیا تھا پیرس میں انہوں نے پرولتاریہ کے وسیع النظر ارکان پر مشتمل خفیہ انجمنوں سے رابطہ پیدا کئے۔ فروری ۱۸۴۴ء میں پیرس سے مارکس کے زیر ادارت ایک جریدہ ڈائچ فرانسوزیشے یاربوشر کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا اس جریدے میں شائع ہونے والے مارکس کے مضامین اور مراسلات اس بات کے مظہر ہیں کہ انہوں نے عینیت سے آگے بڑھ کر مادیت کو اور انقلابی جمہوریت سے آگے بڑھ کر کمیونزم کو اپنا مطمع نظر بنا لیا تھا یہاں بھی فرانسیسی حکومت نے یاربوشر کے ایڈیشن کے ایک حصہ کو ضبط کر لیا۔

کارل مارکس کو اپنی عظیم جد و جہد میں ایک سچے دوست اور رفیق کی حیثیت سے فریڈرک اینگلس کی رفاقت و معاونت حاصل ہوئی دونوں کی پہلی ملاقات کولون میں ۱۸۴۲ء میں اس وقت ہوئی جب اینگلس انگلینڈ جاتے ہوئے رائنیشے سائٹنگ کے دفتر گئے تھے ان کی دوسری ملاقات اگست ۱۸۴۴ء میں پیرس میں مارکس کے چھوٹے سے فلیٹ میں ہوئی۔ مارکس اینگلس کے فلسفیانہ ذہن، ان کی بے خوفی، بے لوثی اور ذہنی یکسوئی سے بے حد متاثر ہوئے۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جو ایک انقلابی پرولتاری مجاہد کے لئے ضروری ہیں۔ ان دونوں کے خیالات کی یکسانیت نے ان کی باہمی دوستی کو مزید مستحکم بنا دیا انہوں نے اپنے نظریاتی مطالعہ کو آگے بڑھانے اور انقلابی جد و جہد میں ایک دوسرے سے بھرپور تعاون کرنے کا فیصلہ کیا۔ مارکس فلسفیانہ تحقیق میں زیادہ تجربہ کار تھے اور اینگلس سیاسی معیشت میں۔ اس دوستی اور اشتراک عمل کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو تقریباً چار دہائیوں تک جاری رہا۔

مارکس اور اینگلس کی پہلی مشترکہ تصنیف خاندان مقدسہ یا تنقیدی تنقید پر تنقیدی نظر، برونو باؤر اور اس کے ساتھیوں کو جواب تھی۔ اس کتاب کے سلسلے میں مارکس نے یوں لکھا ہے "تنقید نے زنجیر کے مصنوعی پھول توڑے ہیں تاکہ وہ (انسان) زنجیر کو اتار پھینکنے میں کامیاب ہو سکے اور زندہ پھولوں کو بھی چن لے" اس کتاب میں انہوں نے پرولتاریہ کو ایک ایسا طبقہ قرار دیا جو سرمایہ داروں کے استبداد اور استحصال کو ختم کر کے نجات حاصل کر سکتا ہے اور جسے لازمی طور پر نجات حاصل کرنی چاہیئے "خاندان مقدسہ" میں انہوں نے ایک ایسے انقلابی سماجی نظریہ کی وضاحت کی جو سماجی ارتقاء کے ادراک میں ایک انقلاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

پروشیا کی حکومت بیرون ملک مارکس کی سرگرمی پر کڑی نظر رکھے ہوئی تھی مارکس کی تحریروں اور خاص طور پر سائلیشیا کی بغاوت کی حمایت میں ان کے تحریر کردہ مضامین کی بنیاد پر پروشیا اور فرانس کی حکومتوں نے ایک نیا قدم اٹھایا اور مارکس کو ۲۴ گھنٹے کے اندر فرانس چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا چنانچہ وہ بلجیم کا رخت سفر باندھنے کے لئے مجبور ہو گئے۔ لیکن پولیس کی دہشت گردی انقلابی جد و جہد کو جاری رکھنے سے متعلق مارکس کے عزم صمیم کو کمزور نہ کر سکی یہاں بھی یعنی بلجیم کی حکومت نے بھی اس انقلابی رہنما کے ساتھ انتہائی سرد مہری کا سلوک کیا۔ پولیس نے مارکس کو ملک کی موجودہ پالیسیوں سے متعلقہ مواد شائع کرنے سے منع کر دیا اس طرح انہیں ایک صحافی کی حیثیت سے روزی روٹی کمانے کے موقعہ سے محروم کر دیا گیا۔
مارکس کے خاندان کو جلد ہی مالی محرومی کے خطرے کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ ایک ایسا خطرہ تھا جو مستقبل میں بھی ان کے سروں پر اکثر و بیشتر منڈلاتا رہا۔ اینگلس کی پرجوش مساعی کی بدولت ہی مارکس اپنا کام بدستور جاری رکھ سکے انہوں نے دوستوں اور جان پہچان کے لوگوں سے چندہ کر کے مارکس کی مالی اعانت کی۔ اس رقم میں انہوں نے اپنی کتاب "انگلینڈ میں مزدور طبقہ کی حالت" کی رائلٹی کی پہلی قسط بھی شامل کر دی۔

پروشیا کے دباؤ پر بلجیم کی حکومت نے بھی مارکس پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا مارکس نے مجبوراً اپنی پروشیا کی شہریت ختم کر دی اس کے بعد انہوں نے کبھی بھی کسی ملک کی شہریت حاصل کرنے کے لئے درخواست نہیں دی۔ وہ اپنی زندگی کے آخری ایام تک ایک عظیم طاقت یعنی عالمی انقلابی تحریک کے شہری بنے رہے۔
اسی دوران ان کے خاندان کے ارکان کی تعداد بھی بڑھی۔ پیرس میں پہلی بیٹی جینی اور بروسیلز میں دوسری بیٹی لارا پیدا ہوئی اور ۱۸۴۶ء

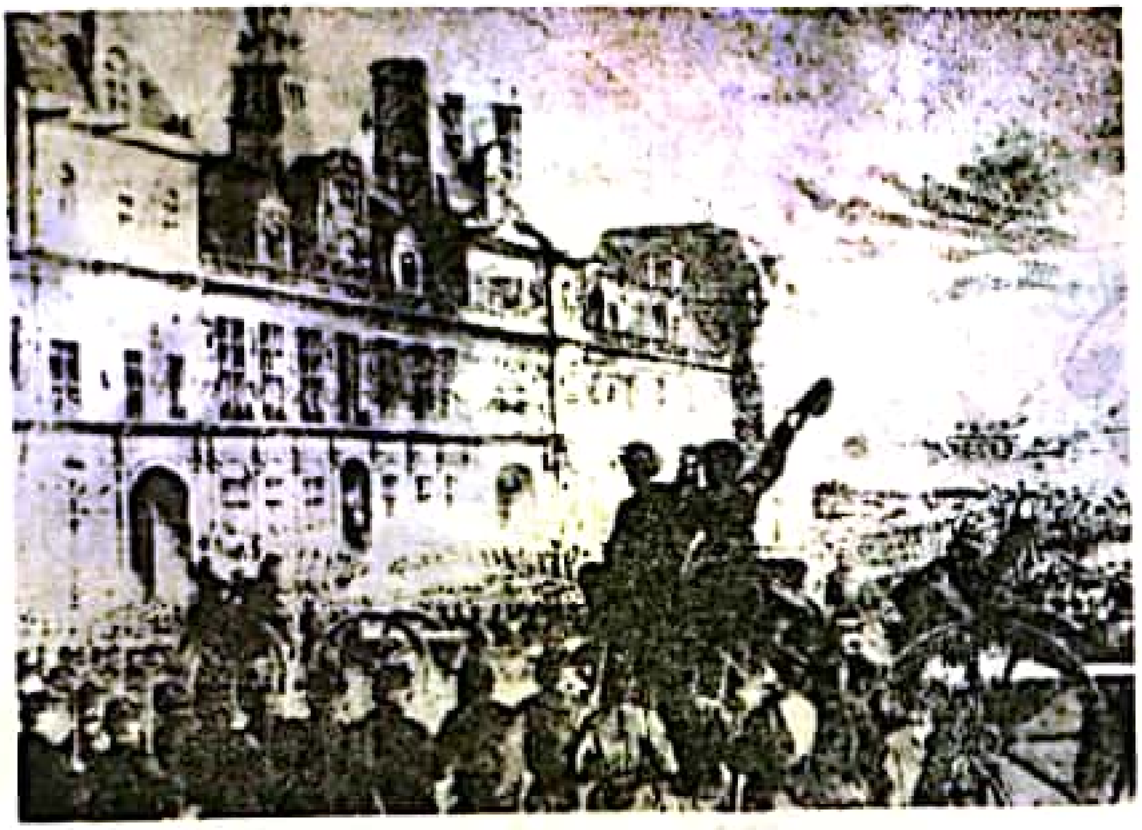

پیرس ٹاؤن ہال کے سامنے چوک میں کمیون کے قیام کا اعلان
(ایک پینٹنگ پر مبنی)

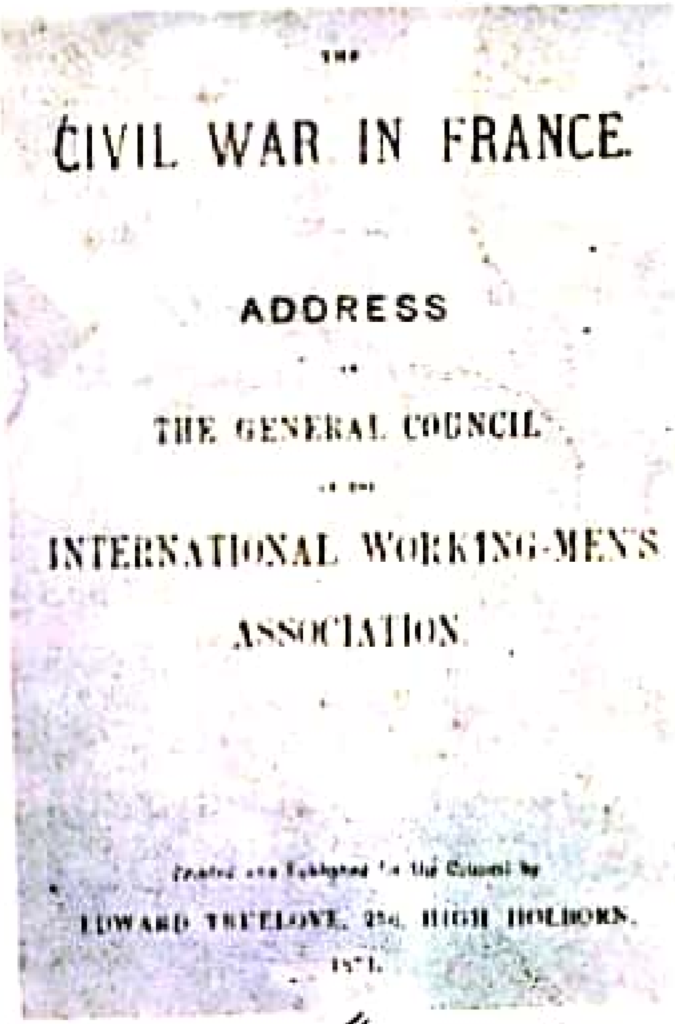
THE
CIVIL WAR IN FRANCE.
ADDRESS
OF
THE GENERAL COUNCIL
OF THE
INTERNATIONAL WORKING-MEN'S
ASSOCIATION.
Printed and Published for the Council by
EDWARD TRUELOVE, 256, HIGH HOLBORN.
1871.

فرانس میں خانہ جنگی کا سرورق

کے آخر میں ایک بنیادی ڈگر پیدا ہوا۔

انگلینڈ کے سماجی معاشی حالات اور طبقاتی جدوجہد کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے لئے مارکس ۱۸۴۵ء میں انگلینڈ گئے اور وہاں انگلس کے ساتھ کئی ہفتے گذارے۔ پھر برسیلز واپس آنے کے بعد مارکس اور انگلس نے فلسفہ کے موضوع پر ایک نئی کتاب کی تصنیف کا کام شروع کیا۔ ۱۸۴۵-۴۶ء میں ان لوگوں نے جرمن نظریہ کتاب کی تصنیف کی۔ اس کتاب میں پہلی بار تاریخ کے مادی تصور اور سماجی ترقی کے نظریہ کے بنیادی اصولوں پر روشنی ڈالی گئی۔ یہ جدلی مادیت اور سائنسی کمیونزم کی ایک اہم تصنیف تھی۔

فرانس کے ایک بورژوا مصنف جوزف پرودھوں نے ایک کتاب بنام "معاشی تضادات کا نظام یا غربت کا فلسفہ" لکھی جس میں اس نے اس بات پر زور دیا کہ سرمایہ داری کی معاشی بنیاد یعنی وسائل و ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت نیز سرمایہ دارانہ تعلقات پیداوار کو، اور اسی طرح اجرتی محنت کے نظام کو برقرار رکھا جائے۔ اس کے جواب میں مارکس نے ۱۸۴۷ء میں ایک نادر نظریاتی تصنیف "فلسفہ کا افلاس" تحریر کیا۔ اس کتاب میں سائنسی کمیونزم کے نظریہ، تاریخ کی مادی تعبیر اور طبقاتی جدوجہد کے مربوط اصول اور سوشلسٹ انقلاب کے نظریہ کو پہلی بار مطبوعہ شکل میں پیش کیا گیا۔

۱۸۳۶ء میں جلاوطن انصاف پسند لوگوں نے ایک لیگ قائم کی تھی جس کی شاخیں پیرس، جرمن کے متعدد شہروں میں سوئٹزرلینڈ میں قائم کی گئی تھی۔ اس لیگ کے حل و عقد نے ۱۸۴۷ء میں مارکس اور انگلس کو اس لیگ میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ یہ دونوں لیگ میں شامل ہو گئے۔ جون ۱۸۴۷ء میں لندن میں منعقد ایک کانفرنس میں اس لیگ کا نام کمیونسٹ لیگ رکھا گیا۔ اس لیگ کے پرولتاری مقاصد کا یوں اعلان کیا گیا۔ بورژوائی اقتدار کا تختہ الٹنا، پرولتاری کی حکمرانی، طبقاتی نظام پر مبنی قدیم بورژوا سماج کا خاتمہ اور طبقات و نجی ملکیت کے بغیر ایک نئے سماج کا قیام۔ اس لیگ کی درخواست پر لیگ کی دوسری نشست میں، جو لندن میں ہوئی، کارل مارکس اور انگلس نے ایک کمیونسٹ منشور تیار کیا، جس کا انقلابی تحریکوں پر کافی گہرا اثر پڑا۔

کمیونزم کے لئے جدوجہد کے مقصد کے ساتھ ان کی گہری وفاداری، محنت کش عوام کے حالات سے ان کی زبردست واقفیت اور ان کی مزدوروں سے ان کی عمیق دلچسپی اور فکرمندی نے مارکس کو ترقی یافتہ مزدوروں کا محبوب

بنا دیا اور وہ انہیں فادر مارکس کے نام سے مخاطب کرتے تھے۔

کمیونسٹ مینی فسٹو کی اشاعت کے زمانے میں یورپ انقلاب کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ مارکس کی پیش گوئی کے مطابق سب سے پہلے فرانسیسی مرغ کی گونج دار بانگ گونجی۔ اس طرح انقلاب کی شروعات فرانس سے ہوئی۔ ۲۲ تا ۲۴ فروری ۱۸۴۸ء کو فرانس میں ری پبلک یعنی عوامی جمہوریہ کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ انقلاب کے وقت مارکس بروسیلز میں تھے۔ فرانس کی عوامی حکومت نے انہیں فرانس آنے کی دعوت دی۔ مارکس پیرس کے لئے روانہ ہونے کی تیاری کر رہے تھے کہ اچانک بلجیم کی حکومت نے ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر ملک چھوڑنے کا حکم دیا لیکن اس کے فوراً بعد انہیں اور ان کی بیوی کو بلجیم کی پولیس نے گرفتار کر کے تفتیشی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا۔ ان پر آوارہ گردی کا الزام لگایا گیا تھا لیکن ان کی گرفتاری پر وہاں کے جمہوریت پسند عوام نے کئی بار احتجاجی مظاہرے کئے۔ آخر کار حکومت نے ان دونوں کو رہا کر دیا اور انہیں اپنا ذاتی سامان لئے بغیر بروسیلز چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا۔

۵ مارچ ۱۸۴۸ء کو کارل مارکس اپنے اہل و عیال کے ساتھ پیرس پہونچے اس دوران جرمنی میں بھی انقلاب اپنے عروج پر پہونچ چکا تھا مارکس کے بعد انگلس بھی اسی دوران پیرس پہونچ چکے تھے اور ان دونوں نے مل کر جرمن انقلاب میں کمیونسٹ لیگ کے سیاسی پروگرام، جرمنی میں کمیونسٹ پارٹی کے مطالبات کی صورت گری کی جس میں جرمنی کو ایک واحد ناقابل تقسیم جمہوریہ قرار دینے، عوام کے لئے رائے دہی کے عام حق کے ذریعہ سیاسی نظام کو جمہوری رنگ دینے، مفت عام تعلیم کی ترویج عمل میں لانے اور دیگر مطالبات درج تھے۔ جرمنی کے جمہوری عوام نے ان مطالبات کی بھرپور تائید کی۔

اس کے بعد مارکس اور انگلس ۱۲ اپریل ۱۸۴۸ء کو فرانس سے کولون پہونچے۔ یہ ایک بڑا صنعتی مرکز تھا اور یہاں مارکس کو فوراً نیو رینیشے سائٹنگ کی ادارت کی ذمہ داری سونپی گئی۔ مارکس یکم جون ۱۸۴۸ء سے ۱۹ مئی ۱۸۴۹ء تک اس اخبار کے ایڈیٹر رہے۔ اس اخبار میں مارکس نے اپنے مضامین میں بورژوائی خیالات اور جد و جہد کی شدید مخالفت کی اور اپنا انقلابی نظریہ پیش کیا کہ مزدور طبقہ اور استبداد و استحصال کے شکار تمام لوگوں کو سماج کی تشکیل نو کے لئے جد و جہد کا تاریخی اعتبار سے ناقابل تنسیخ حق حاصل ہے۔ اپنے ایک اداریہ میں انہوں نے کہا: "اگر تاج کی طرف سے جوابی انقلاب برپا کیا جاتا ہے تو عوام کو بھی ایک انقلاب کی شکل میں اس کا جواب دینے

بروسیلز کا قید خانہ جہاں مارچ ۱۸۴۸ء میں مارکس کو قید کیا گیا تھا۔

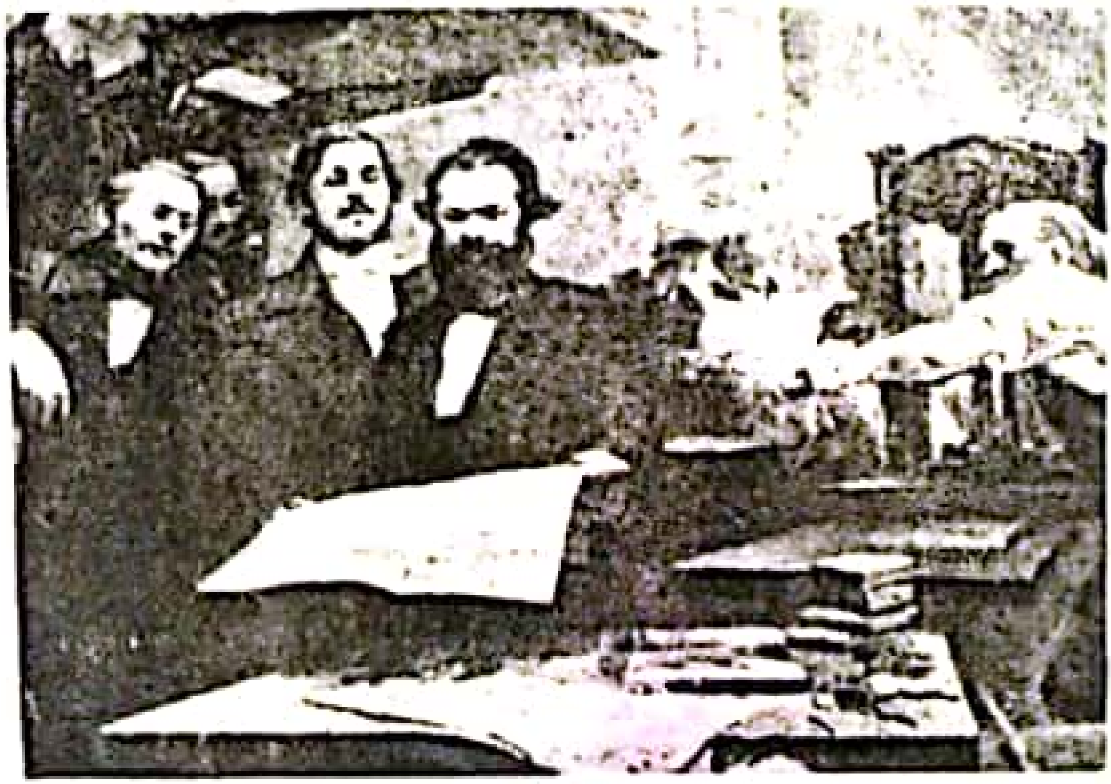

مارکس اور انگلس نیو رینیشے زیتنگ کے چھاپہ خانہ میں
(ایک پینٹنگ پر مبنی)

کا حق حاصل ہے۔ کسانوں کے مسائل کے حل کی بابت انہوں نے کسانوں کی جاگیرداروں کے پنجے سے رہائی۔ دیہی علاقوں میں سماجی تعلقات کی از سر نو انقلابی تشکیل اور کی زمینوں کو بے زمین اور غریب کسانوں کے درمیان تقسیم کردیا جائے۔

لیکن پیرس کی بغاوت عارضی ثابت ہوئی وہاں پھر رجعت پرست برسر اقتدار آگئے یہی صورت حال جرمنی میں بھی رونما ہوئی۔

اسی دوران پروشیا کے جاگیردار رجعت پرستوں نے ۷ فروری ۱۸۴۹ء کو مارکس اور اینگلس کو حکام کی اہانت کے الزام میں گرفتار کر کے عدالت میں پیش کیا اس کے ساتھ ہی مارکس پر ٹیکس نہ ادا کرنے اور بغاوت کے لئے لوگوں کو اکسانے کے الزامات بھی عائد کئے گئے۔ عدالت کے سامنے اپنے بیانات میں مارکس نے یہ ثابت کر دکھایا کہ حقیقی مجرم خود شاہی حکومت ہے۔ حکومت نے پارلیامنٹ کو اور قومی اسمبلی کو تباہ کر دیا ہے وہ محنت کش عوام کے جمہوری حقوق کو پامال کر رہی ہے اور قانون کے بجائے جبر و دباؤ کا سہارا لے رہی ہے مارکس کے بیانات نے جیوری کو بے حد متاثر اور اس نے انہیں مجرم ماننے سے انکار کر دیا آخر کار انہیں ۹ فروری ۱۸۴۹ء کو رہا کر دیا گیا۔ رہائی پانے کے بعد مارکس پھر اپنے اخبار کے کام میں مشغول ہو گئے۔ اس بار انہوں نے کئی مضامین شائع کئے جن میں انہوں نے انقلاب کی عارضی شکست کے اسباب کی وضاحت کی۔ ساتھ ہی مستقبل کی روش کا خاکہ بھی پیش کیا لیکن جرمنی کی بورژوا حکومت مارکس کی موجودگی برداشت نہ کر سکی۔ اور ۱۶ مئی ۱۸۴۹ء کو انہیں جرمنی سے جلا وطن کر دیا گیا۔ مارکس وہاں سے سیدھے پیرس آئے لیکن یہاں بھی حالات سازگار ثابت نہیں ہوئے۔ فرانس میں رجعت پسند افراد پھر برسر اقتدار آگئے اور اس کی وجہ سے وہ یہاں قیام نہ کر سکے۔ فرانسیسی حکومت نے انہیں ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر پیرس چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

اس کے بعد وہ انگلینڈ کے لئے روانہ ہوئے اور برطانیہ میں انہوں نے اپنی باقی ماندہ زندگی گزاری۔ یہاں مارکس کو لندن کی ۴ اینڈرسن اسٹریٹ میں واقع ایک مکان میں سر چھپانے کو جگہ ملی لیکن یہاں بھی بے روزگاری اور غربت نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا اور انہیں اور ان کے اہل و عیال کو کئی بار اپنی رہائش گاہ تبدیل کرنی پڑی۔ اور بالآخر انہیں سوہو کے ڈین اسٹریٹ میں واقع ایک تنگ و تاریک فلیٹ میں آباد ہونا پڑا۔

گزشتہ صدی کی پانچویں اور چھٹی دہائی کے عرصہ میں جمہوری تحریکوں کی احیاء نے مارکس کو عملی سرگرمیوں پر پھر مشغول کر دیا۔ اس عرصہ میں یورپ اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں انقلابی تحریکیں رونما ہونے لگیں۔ ان تحریکوں کو ۱۸۵۷-۵۸ء کے معاشی بحران سے مزید تقویت حاصل ہوئی۔ اس بحران کے نتیجہ میں پیداوار میں زبردست کمی ہوئی اور اس صورت حال کا سب سے زیادہ اثر مزدور طبقہ پر پڑا ہر جگہ بے روزگاری عام ہو گئی۔ معاشی بحران سے متعلق اپنے مضامین میں مارکس نے اس بات کی نشان دہی کی کہ بورژوا ماہرین معاشیات اسے حل کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے انہوں نے کہا کہ سرمایہ دارانہ نظام کا وجود جب تک برقرار رہے گا اس طرح کے بحران اس کے بطن سے بدستور جنم لیتے رہیں گے۔

اسی دوران یعنی ۲۸ ستمبر ۱۸۶۴ء کو پہلی بین الاقوامی مزدوروں کا ایسوسی ایشن لندن میں قائم کیا گیا۔ مارکس اس تنظیم کے روح رواں تھے اس کی پہلی نشست میں آپ نے تقریر کی تھی اس کے لئے بہت ساری قرار دادیں، اعلانات اور منشور انہوں نے ترتیب کئے تھے اس نشست میں جو قرار دادیں منظور کی گئی تھیں ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

• "سیاسی اقتدار پر قبضہ کرنا مزدور طبقہ کا سب سے بڑا فرض بن چکا ہے"

• "کامیابی کا ایک عنصر یعنی تعداد ان کے پاس ہے لیکن تعداد کا وزن توازن میں ہی محسوس ہوتا ہے بشرطیکہ یہ قاعدے کے ساتھ متحد ہو اور علم سے رہنمائی حاصل کرتی ہو"

• "اجرتی محنت ایک عبوری اور فرسودہ شکل ہے جو لازمی طور پر اس وقت معدوم ہو جائے گی جب مشترکہ محنت راضی ہاتھ، آمادہ و تیار ذہن اور مسرور دل کے ساتھ میدان میں اترے گی"

• "بڑے پیمانے پر اور جدید سائنس کے اصولوں کے عین مطابق پیداوار کا سلسلہ مالکان کے ایک طبقہ کے وجود کے بغیر بھی جاری رکھا جا سکتا ہے"

• "محنت کے وسائل کو خود محنت کش انسان پر بالادستی کے حصول کا ذریعہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے"

مارکس حکمراں طبقات کی پالیسی کے خلاف مزدور طبقہ کی جدوجہد کو نمایاں اہمیت دیتے تھے لیکن ۱۸۷۱ء میں پیرس کمیون کے زوال کے بعد یورپ میں اس تنظیم کو قائم رکھا نہیں جا سکا اسی لئے ۱۸۷۶ء میں انٹرنیشنل

کے ہیگ کانگریس کے بعد مارکس نے اس انٹرنیشنل کو نیویارک میں منتقل کر دیا پہلا انٹرنیشنل تو اپنا تاریخی کردار ادا کر چکا تھا اور اب دوسرے انٹرنیشنل نے اس دنیا کے تمام ملکوں میں مزدوروں کی تحریک کی ترقی اور فروغ میں بہت ہی نمایاں کردار ادا کیا اور ہر ملک میں محنت کش طبقوں میں سوشلسٹ تنظیمیں قائم کیں۔

اس دوران مسلسل محنت اور کام کاج کا ان کی صحت پر بڑا اثر پڑا انٹرنیشنل کے کام میں وہ دن رات مشغول رہتے دوسری طرف وہ اپنی کتاب "سرمایہ" کو مکمل کرنے کی کوشش کرتے اپنی زندگی کی آخری دہائی میں انہوں نے روس میں انقلابی تحریک کا، نیز روس کی معاشی و سیاسی ترقی، اس کی تاریخ اور ثقافت کا غائر مطالعہ کیا اور اپنے مشاہدات کا لب لباب ایک مسودہ ۱۸۸۱ء کی اصلاح اور روس میں مابعد اصلاح کی ترقی پر تبصرہ میں پیش کیا۔ ۱۸۷۳ء میں گرتی ہوئی صحت سے مجبور ہو کر مارکس نے باضابطہ علاج کا سلسلہ شروع کیا اپنی بیوی اور اینگلس کے اصرار پر انہوں نے کئی بار کارلودی وِیری کے معدنی چشمے سے استفادہ بھی کیا۔ لیکن پھر ۱۸۷۹ء میں ان کی جسمانی تکالیف کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا

۲ دسمبر ۱۸۸۱ء کو مارکس کو بہت ہی شدید صدمہ پہونچا۔ کیونکہ ان کی اہلیہ جینی کا انتقال ہو گیا۔ اینگلس نے ان کے جنازے پر جو الفاظ کہے تھے وہ اس خاتون کی زندگی کی معنویت کو اجاگر کرتے ہیں۔ اینگلس نے کہا تھا۔ "اس زندگی نے جو انتہائی دماغ اور تنقیدی ذہن کا، اتنی ولولہ انگیز توانائی اور اپنی ذات سے اتنی بے اعتنائی کا ثبوت فراہم کرتی ہے انقلابی تحریک کے لئے کیا کچھ کیا ہے وہ نہ تو سامنے آیا ہے اور نہ ہی اخبارات میں اس کی تشہیر ہوئی ہے انہوں نے جو کچھ کیا ہے اس کا علم صرف ان لوگوں کو ہے جو ان کے ساتھ رہتے تھے اگر کوئی خاتون ایسی تھیں جو دوسروں کو خوش دیکھ کر ہی خوش رہتی تھیں تو بلاشبہ وہ یہی خاتون تھیں"۔

بعد کے مہینوں میں ڈاکٹروں کے مشورہ پر مارکس نے معتدل آب و ہوا والے کسی ایسے مقام کی تلاش شروع کی جہاں وہ اپنی صحت کو بحال کر سکیں چنانچہ وہ الجیریا گئے۔ اور کچھ دنوں تک جنوبی فرانس میں بھی قیام کیا لیکن جب وہ لندن واپس آئے تو ان کی حالت ایک بار پھر بگڑ گئی

۱۱ جنوری ۱۸۸۳ء کو ان کی سب سے بڑی بیٹی کی اچانک موت نے ان کی گرتی ہوئی صحت پر ایک اور ضرب کاری لگائی۔ اور ۱۴ مارچ ۱۸۸۳ء کو کارل مارکس اپنی آرام کرسی پر ہمیشہ کے لئے سو گئے۔

کارل مارکس کی شخصیت آج بھی ہمارے عہد کے انقلابی لہروں کا منبع اور سرچشمہ ہے ایک صدی کے گذر جانے کے بعد بھی مارکسزم کی افادیت اور اہمیت آج بھی جوں کی توں برقرار ہے۔ تاریخ نے مارکس کی ایک لافانی یادگار تعمیر کی ہے اور یہ ہے اشتراکیت کا عالمی نظام، جو ان کے تصورات کا عملی پیکر ہے ●

لندن کا وہ مکان جو ۱۸۵۰ء سے ۱۸۵۶ء تک مارکس کی رہائش گاہ رہا

مارکس اور اینگلس مزدوروں کے درمیان

وقت کے دھارے کو بدلنا ہوگا

اکرام سہیل

ساتھیو! وقت کے دھارے کو بدلنے کے لئے
آج پھر تم کو اسی شان سے اٹھنا ہوگا

اپنی محنت کا صلہ آج بھی چھن جاتا ہے
رہزنوں، چوروں، لٹیروں کی بن آئی ہے یہاں
زندگی کیسی غریبوں کی جیے جاتے ہیں
جیسے افلاس کی ماری ہوئی لاشیں بے جاں

ساتھیو! وقت کے دھارے کو بدلنے کے لئے
آج پھر تم کو اسی شان سے اٹھنا ہوگا

یہ ہے بازار جہاں علم و ہنر بکتا ہے
عصمتیں بکتی ہیں، ناموس چمن بکتی ہے
ننھے معصوم نہالوں کا بھی سودا ہے روا
دل کے بازار میں آوازِ سخن بکتی ہے

ساتھیو! وقت کے دھارے کو بدلنے کے لئے
آج پھر تم کو اسی شان سے اٹھنا ہوگا

تم نے طوفانوں کے رُخ پھیر دیئے ہیں اکثر
تم نے موڑی ہے کلائی کئی زرداروں کی
تم نے توڑا ہے غلامی کا جوا طاقت سے
تم نے ٹھوکر سے اڑائی ہے کلاہ شاہی

مارکس، ہیگ کانفرنس میں تقریر کر رہے ہیں
(ایک پینٹنگ پر مبنی)

ساتھیو! وقت کے دھارے کو بدلنے کے لئے
آج پھر تم کو اسی شان سے اٹھنا ہوگا

تم نے حق کہہ کے سر دار بغاوت کی ہے
تم نے دشمن کے قدم روکے ہیں میدانوں میں
تم نے قائم کئے ہیں عظمتِ انساں کے ستون
تم نے پیدا کیا ہے حوصلہ انسانوں میں

ساتھیو! وقت کے دھارے کو بدلنے کے لئے
آج پھر تم کو اسی شان سے اٹھنا ہوگا

قصّے اور واقعات

جو تلمیحات و محاورے اور ضرب الامثال بن گئے

ڈاکٹر ادریس احمد

علم کلام میں تلمیحات، محاورے، ضرب الامثال اور اصطلاحات کا استعمال ہر زبان میں انسانی تہذیب کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا رہا ہے۔ یہ ہر زبان کے لیے بیش قیمت سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور زبان و بیان کو خوبصورت اور موثر انداز بخشتے ہیں۔ زبان کی ترقی کے ساتھ ساتھ نئے محاورے اور تلمیحات کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبانیں تلمیحات کے خزانے سے سرشار ہیں۔ الغرض اس زبان کی بتدریج ترقی، اس قوم کے مذہبی عقائد، ان کی معاشرتی و ملی زندگی، تہذیب و تمدن حتیٰ کہ ان کا تمام ماضی نمایاں ہو کر سامنے آجاتا ہے اور جس طرح قوموں کے تہوار ان کو زندہ رکھنے کے لیے کافی حد تک مددگار ثابت ہوتے ہیں اسی طرح تلمیحات و محاورات اس قوم کی عظمت و شوکت کی نشان ہوتی ہیں۔

امریکہ کا مشہور انشاء پرداز "آسبورن" لکھتا ہے کہ تلمیحات و محاورات ہماری قوم کے نشان ہیں جو ہمیں اپنے آباء و اجداد کے خیالات، اوہام، رسم و رواج اور واقعات و حالات کا پتہ دیتے ہیں۔

تلمیح اصطلاح میں اس صنعت کا نام ہے جس سے نظم و نثر میں اشارے کے طور پر کسی افسانے، قصہ یا واقعہ کا اس طرح ذکر کیا جائے کہ بغیر اس کی تفصیل جانے کلام کا لطف حاصل نہ ہو جیسے حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری، آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ جب تک حسن یوسف، دم عیسیٰ اور ید بیضا کی تشریح ذہن میں نہ ہو، شعر کا صحیح لطف حاصل نہیں ہو سکتا۔

محاورے و ضرب الامثال کے لئے لازم نہیں کہ کسی خاص واقعہ پر مبنی ہوں مگر اکثر و بیشتر ان کی بنا کسی نہ کسی واقعہ پر ہی ہوتی ہے یا پھر کوئی فرضی واقعہ یا داستان ان سے منسوب کردی جاتی ہے۔

اردو فارسی، عربی میں محاورے و تلمیحات کثرت سے ملتے ہیں۔ تاریخی واقعات، قرآنی آیات، احادیث، داستانیں، مذہبی عقائد، عام فرضی قصے اور افسانے ان کا منبع اور ماخذ رہی ہیں۔

ذیل میں چند تلمیحات، ضرب الامثال و محاورات کی تاریخ و اصلیت بیان کی جا رہی ہے جو کسی نہ کسی واقعہ کے نتیجہ میں ظہور میں آئی ہیں۔

ہنوز دلی دور است ۔ یہ مثل ایسے موقعوں پر بولی جاتی ہے جب حصول مقصد میں کافی دیر ہو یا مشکل درپیش ہو۔ اس کی اصل اور بنیاد کے متعلق دو روایتیں مشہور ہیں۔

(ا) غیاث الدین تغلق باطن میں حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے عداوت رکھتا تھا۔ بنگال کی مہم سے واپسی کے وقت اس نے حضرت سے کہلا بھیجا تھا کہ میرے پہنچنے سے پہلے آپ دہلی خالی کردیں۔ حضرت نے یہ سن کر صرف اتنا کہا کہ "بابا ہنوز دلی دور است"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور غیاث الدین تغلق کو دہلی میں قدم رکھنا نصیب نہ ہوا اور وہ دہلی کے قریب افغان پور میں قصر تغلق میں دب کر مر گیا۔

(ب) ایک دوسری روایت یہ بھی مشہور ہے کہ جہانگیر نے ایک مرتبہ نور جہاں کے پاس جو دلی میں تھی کوئی پیغام فوری طور پر بھیجنا چاہا۔ ایک قاصد تیز رفتار اور جذبۂ وفاداری و جاں نثاری سے سرشار نے اس کام کو انجام دینے کا بیڑہ اٹھایا کہ میں ایک ہی روز میں لاہور سے دلی پہنچ کر جہاں پناہ کا پیغام پہنچا دوں گا اور دوسرے دن جواب لا کر پیش کر دوں گا۔ چنانچہ تیز رفتار گھوڑے پر روانہ ہو کر شام تک دلی کے قریب پہنچ گیا۔ یہاں ایک سرائے میں ایک بڑھیا سے اس نے معلوم کیا: "مائی یہاں سے دلی کتنی دور ہے؟" بڑھیا نے جواب دیا "نوج دلی دور"۔ نوج کے معنی دلی کی زبان میں "خدا نہ کرے" کے ہیں۔ قاصد یہ سمجھا کہ اس نے کہا ہے "ہنوز دلی دور"۔ اس صدمے سے وہ اسی وقت چکرا کر گر پڑا اور جاں بحق ہو گیا۔

جہانگیر نے جب یہ سنا تو اس کو بہت رنج ہوا اس نے قاصد جاں نثار کی شاندار قبر بنوائی جو کہا جاتا ہے کہ دلی کے پانچ کوس کے فاصلہ پر اب بھی موجود ہے۔ قدر فرماتے ہیں ؎

دیتا ہے روز حشر کی رندوں کو دھمکیاں
واعظ زبان روک ابھی دلی دور ہے

احدی۔

اردو میں "ایدی" کاہل اور سست آدمی کو کہا جاتا ہے۔ اصل لفظ احدی ہے اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ اکبر کے ایک قسم کے منصب دار اس لقب سے موسوم تھے یہ لوگ باقاعدہ فوج میں تو شامل نہ ہوتے تھے مگر ان کو گھر بیٹھے تنخواہ ملتی تھی اور ان کا کام سرکشی اور نادہندہ زمینداروں سے لگان وصول کرنا تھا۔ یہ لوگ جہاں جاتے۔ لگان کی رقم وصول کر کے ہی اٹھتے حتی کہ ان ہی باتوں کی وجہ سے وہ کاہل اور سست ہو گئے۔ اسیر کا شعر ہے ؎

ہل نہیں سکتے ہیں مسند سے ذرا بھی منعم
احدیوں میں نہ کہیں جائیں یہ آرام پسند

تاناشاہ، تاناشاہی

تلنگی زبان میں تانا بچہ کو کہتے ہیں۔ دکن کے بادشاہ ابوالحسن کی عادتیں بھی بچوں کی سی تھیں اس لئے وہ تاناشاہ کے نام سے مشہور ہے کنایۃً ایسے شخص کو کہتے ہیں جو بہت سخت مزاج اور آمرانہ رویہ رکھتا ہو تاناشاہی ایسی حکومت کو کہا جاتا ہے جہاں آمریت ہو اور بادشاہ رعایا سے غافل ہو۔ ابوالحسن تاناشاہ اورنگ زیب کا ہم عصر تھا یہ اتنا نازک مزاج تھا کہ اس نے کبھی پان نہیں کھایا اور نہ کبھی عطر لگایا۔ دوسرے لوگ پان کھا کر اور عطر لگا کر اس کے سامنے بیٹھ جاتے اور وہ خوشبو سے لطف اندوز ہوتا تھا دکن کی فتح کے بعد جب اورنگ زیب نے اس کو قید کر لیا اور اس سے پوچھا کہ وہ اپنے قتل کے لئے کون سا طریقہ پسند کرتا ہے تاناشاہ نے جواب دیا کہ میری موت کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ کوئی شخص میرے قریب سے میلے اور کثیف کپڑوں میں گذر جائے۔ چنانچہ اس کے پاس ایک میلی کچیلی کوجری بھیجی گئی تو اس کا دماغ پھٹ گیا اور وہ فوراً ہی مر گیا۔ ؎

تاناشاہ گیا، یار پہ نازک مزاجی ختم ہے
عطر صندل کا جو سونگھا درد سر ہونے لگا

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

مضمون ظاہر ہے۔ لنکا کا راجہ راون جب سیتا جی کو زبردستی لے گیا تو رام چندر جی نے لنکا پر چڑھائی کی تاکہ سیتا جی کو راون کی قید سے چھڑائیں۔ زمانۂ جنگ میں راون کے بھائی وبھیشن نے راجہ رام چندر جی کی بہت مدد کی۔ وبھیشن کو یہ وردان ملا ہوا تھا کہ اس سے کوئی غلط کام سرزد نہ ہوگا اسی وجہ سے راون سے اس کا جھگڑا رہتا تھا اور اس نے ان کو تمام مراعات سے محروم کر دیا تھا وبھیشن اڑ کر کیلاش گئے اور شیوا جی کی ہدایت پر واپس آکر رام چندر جی کا ساتھ دیا اور وہ تمام راز رام چندر جی کو بتلائے جن کے بغیر لنکا فتح کرنا دشوار تھا راون کی شکست اور موت کے بعد لنکا کی حکومت رام چندر جی نے وبھیشن کے حوالے کر دی تھی اسی سلسلہ میں یہ مثل مشہور ہے۔

جان بُل اور چچا سام۔

اخباروں اور کارٹونوں میں عام طور پر امریکہ کو چچا سام اور انگریزوں کو جان بل کے فرضی نام سے ظاہر کیا جاتا ہے کہتے ہیں ایک انگریز عالم نے ۱۷۱۲ء میں ایک کتاب لکھی تھی اس میں ایک فرضی شخص جان بل میں اہل انگلستان کی تمام خوبیاں اور برائیاں نمایاں کی تھیں یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ انگریزوں کو جان بل کہا جانے لگا۔

چچا سام (انکل سام) امریکہ کا کارٹونی نام ہے کیونکہ یونائیٹڈ اسٹیٹس اور انکل سام دونوں کا مخفف U.S. بنتا ہے، اسی لئے مزاحیہ کارٹونوں میں عام طور پر امریکہ کو انکل سام لکھا جاتا ہے امریکہ کا یہ نام پڑنے سے متعلق ایک روایت مشہور ہے کہ ۱۸۱۲ء میں امریکہ نے ایک شخص البرٹ اندرسن (ELBERT ANDERSON) کو فوج کی رسد رسانی کا ٹھیکہ دیا تھا۔ اور ایک دوسرے شخص سیموئیل ولسن کو نگراں مقرر کیا تھا۔ سیموئیل بہت مسخرا آدمی تھا تمام لوگ مذاق میں انکل سام کہا کرتے تھے۔ ٹھیکہ دار مذکور جب رسد کا صندوق معائنہ کے لئے پیش کرتا تو سیموئیل کی عادت تھی کہ بجائے پورا نام لکھنے کے E.A.U.S. لکھ کر اپنے دستخط کر دیا کرتا تھا۔ E.A. سے مراد البرٹ اندرسن اور U.S. سے یونائیٹڈ اسٹیٹس تھا جب کوئی سیموئیل سے U.S. کا مطلب پوچھتا تو وہ مذاق میں کہہ دیتا، انکل سام رفتہ رفتہ یہ مذاق اتنا عام ہوا کہ اخبارات میں بھی پھیل گیا اور امریکہ کا کارٹونی نام انکل سام پڑ گیا۔

تیس مار خاں۔

بزدل اور ڈرپوک آدمی اگر بہادری و دلاوری کا دعویٰ کرے تو اسے طنزاً تیس مار خاں کہتے ہیں۔

کہتے ہیں ایک سپاہی زادہ بہت دنوں سے بیکار تھا جب ساری پونجی ختم ہو گئی تو تلاش معاش پر مجبور ہوا چلتے وقت بیوی نے تیس لڈو بنا کر دیئے

یہ لڈو اس نے رات کے وقت بنائے تو ان کو کوٹتے وقت ایک زہریلا سانپ بھی کٹ گیا تھا جو اتفاق سے اوکھلی میں بیٹھا ہوا تھا دونوں اس بات سے بے خبر تھے کہ یہ لڈو زہریلے ہیں۔

کئی میل چلنے کے بعد سپاہی زادہ کو بھوک محسوس ہوئی تو اس نے سایہ میں بیٹھ کر لڈوؤں کی پوٹلی کھولی اتفاق سے اسی وقت کہیں سے تیس ڈاکو آنکلے انہوں نے سپاہی سے لڈو چھین لئے اور ایک بانٹ لیا اور وہیں بیٹھ کر کھا گئے لڈوؤں کا کھانا تھا کہ وہیں سب لوٹ پوٹ گئے سپاہی زادہ نے جب یہ ماجرا دیکھا تو سب کے ناک کان کاٹ لئے اور رومال میں باندھ کر آگے روانہ ہوگیا جب وہ ایک شہر میں پہونچا تو وہاں کے دستور کے مطابق اس کو راجہ کے سامنے پیش کیا گیا اس نے فخریہ طور پر اپنے باپ دادا کے کارنامے بیان کرکے ڈاکوؤں کو قتل کرنے کی فرضی داستان سنائی اور ثبوت کے طور پر ناک کان پیش کئے وہ ڈاکو بہت سے قافلوں کو لوٹ چکے تھے اور ان کی گرفتاری پر بڑا انعام تھا۔ راجہ نے جب یہ سنا تو بہت خوش ہوا اور سپاہی زادہ کو انعام و اکرام دیکر فوج میں رکھ لیا اور ساری ریاست میں وہ تیس مار خاں کے نام سے مشہور ہوا۔

ٹیڑھی کھیر۔ مشکل کام کو ٹیڑھی کھیر کہتے ہیں۔ ایک نابینا سے کسی نے پوچھا۔ حافظ جی! کھیر کھاؤ گے؟ اس نے کبھی کھیر نہیں کھائی تھی۔ اس لئے پوچھا۔

بھائی کھیر کیسی ہوتی ہے؟ جواب ملا سفید بگلے کی طرح ہوتی ہے۔ حافظ جی نے پھر پوچھا۔ بگلا کیسا ہوتا ہے؟ اس نے اپنے ہاتھ کو ٹیڑھا کرکے بتایا۔ ایسا ہوتا ہے حافظ جی نے ٹٹول کر محسوس کیا۔ اور کہا

نہیں بھائی! یہ تو بہت ٹیڑھی کھیر ہے۔ ہم سے نہیں کھائی جائے گی۔

حسن یوسف۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے حسن سیرت کے علاوہ بے پناہ حسن صورت بھی عطا کیا تھا۔ عزیز مصر کی بیوی زلیخا خود بھی حسین تھی مگر حسن یوسف پر شیدا و فریفتہ تھی اور کسی طرح عشق

سے دستبردار ہونے کو آمادہ نہ تھی جب زیادہ چرچا ہوا تو شاہی خاندان کی عورتوں نے بھی لعن و تشنیع شروع کردی کہ زلیخا کتنی بے حیا ہے کہ ایک کم حیثیت غلام کے عشق میں گرفتار ہوگئی جب زلیخا نے یہ سنا تو انتقام کی ٹھانی اور سب کو دعوت دی جب سب دسترخوان پر بیٹھ گئیں تو زلیخا نے ان کے ہاتھ میں پھل کاٹنے کی ایک ایک چھری دیدی جب وہ ترنج کاٹنے لگیں تو زلیخا نے یوسف کو بھی وہاں بلالیا۔ جمال یوسفی دیکھ کر تمام عورتیں مبہوت رہ گئیں اور چھریوں سے ترنج کاٹنے کے بجائے انہوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں اور کہنے لگیں کون کہتا ہے یہ انسان ہے یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے زلیخا بولی یہی وہ غلام ہے جس سے عشق کے لئے تم مجھے طعون کررہی ہو۔ ؎

سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پر زنان مصر سے
ہے زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعاں ہو گئیں

دم عیسیٰ

دم عیسیٰ کی تلمیح حضرت عیسیٰ کے ایک معجزے کی طرف اشارہ کرتی ہے خدا تعالیٰ نے ان کو بہت سے معجزے عطا فرمائے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ کے پھونک مارنے سے مٹی کے جانوروں میں جان پڑجاتی تھی ایک بار قوم کی ضد اور اصرار پر آپ نے مٹی کا ایک چمگادڑ بنایا تھا اور پھونک مار کر اسے زندگی بخشی تھی اسی وجہ سے اس کو مرغ عیسیٰ کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ "قم باذن اللہ" کہہ کر مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ ؎

مر گیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب
ناتوانی میں حریف دم عیسیٰ نہ ہوا

ید بیضا اور عصائے موسیٰ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے معجزے عطا کئے تھے ان میں ید بیضا اور عصائے موسیٰ بہت مشہور ہیں۔ حضرت موسیٰ کے پاس بکریاں ہانکنے کی ایک لکڑی تھی جب وہ زمین پر ڈال دیتے تھے تو وہ خدا کے حکم سے ایک مہیب اژدہا بن جاتی تھی اور جب ہاتھ میں پکڑ لیتے تھے تو اپنی اصلی حالت پر لوٹ آتی تھی۔

ید بیضا کے معنی روشن اور منور ہاتھ کے ہیں حضرت موسیٰ جب اپنی بغل سے مس کرکے ہاتھ باہر نکالتے تو ان کی ہتھیلی آفتاب کی مانند چمکنے لگتی تھی حضرت موسیٰ کے زمانۂ طفولیت میں فرعون نے ایک بار امتحان لیا تھا ایک طشت میں کھجوریں اور دوسرے طشت میں دہکتے ہوئے انگارے لاکر ان کے سامنے رکھ دیئے گئے۔

حضرت موسیٰ نے فوراً انگارے اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لئے تھے جس کی وجہ سے زبان میں لکنت پیدا ہو گئی اور ہتھیلی پر سفید داغ پڑ گیا اسی سفید داغ کو اللہ تعالیٰ نے ید بیضا کے معجزے میں تبدیل کر دیا تھا۔ ؎

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

امام ضامن۔ کہا جاتا ہے کہ آٹھویں امام حضرت علی رضا کے زمانے میں خلیفۂ وقت مامون رشید نے کربلائے معلیٰ جانے پر سخت پابندی لگا دی تھی لیکن ایسے لوگوں کے لئے جو زیارت کے مشتاق ہوتے امام علی رضا کفیل و ضامن ہو جاتے تھے اسی نسبت سے آپکو امام ضامن کہا جانے لگا لہٰذا مسلمان عورتوں کا عقیدہ ہو گیا کہ جب کوئی سفر پر روانہ ہو یا شادی بیاہ کی رسم کے لئے جا رہا ہو تو امام صاحب کے نام سے روپیہ وغیرہ یا کوئی اور سکہ بازو پر باندھتے ہیں تاکہ مراد کو پہونچے چنانچہ مقصد پورا ہو جانے پر اس روپے کو سیدوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

قارون کا خزانہ کہا جاتا ہے کہ قارون حضرت موسیٰ کا چچا زاد بھائی تھا اس کو علم کیمیا سے واقفیت تھی جس کے ذریعہ اس نے بڑا خزانہ تیار کر لیا تھا۔ اس خزانے کی کنجیاں چالیس خچروں پر لادی جاتی تھیں۔ حضرت موسیٰ نے اسے زکوٰۃ دینے کی تلقین کی لیکن اس نے ایک نہ سنی بلکہ حضرت موسیٰ کو بہتان لگا کر تکلیف پہونچانی چاہی پھر نمائش و فخر کے لئے اپنا سارا خزانہ لے کر حضرت موسیٰ کے سامنے سے اکڑتا ہوا گزرا چنانچہ خدا کے حکم سے زمین شق ہو گئی اور قارون اپنے خزانے کے ساتھ زمین میں دھنستا چلا گیا۔

رستم۔ ایران کا نامی پہلوان تھا اس کا لقب تہمتن تھا یہ زال کا بیٹا اور سام کا پوتا تھا۔ اس کا بیٹا سہراب بھی مشہور پہلوان تھا جس کو رستم نے دھوکے میں قتل کر دیا۔ بعد میں اس کے سوتیلے بھائی شغاد نے اس کی دھوکے سے جان لی۔ فردوسی کا شاہنامہ رستم کی بہادری کی داستانوں سے بھرا ہوا ہے کیوں کہ رستم کے باپ زال کا نام دستان بھی ہے اس لئے اس کو رستم دستان بھی کہا جاتا ہے۔

منّ و سلویٰ (نعمت غیر مترقبہ) جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے ساتھ سمندر پار کر کے تیہ کی وادی میں پہونچے تو بنی اسرائیل ان سے کھانے کے طلب گار ہوئے تب خدا نے ان کی جانب منّ

و سلویٰ بھیجا۔ منّ سفید اولوں کے دانوں کی طرح شبنم کی صورت میں آسمان سے گرتی ہوئی ایک چیز تھی جو نہایت شیریں حلوے کی مانند تھی۔ سلویٰ بٹیروں کی مانند پرندے تھے جو کہ نزول کے تیز ہوا کے جھونکوں میں آکر زمین پر اترتے اور ادھر ادھر پھیل جاتے تھے۔ بنی اسرائیل ان کو پکڑتے اور بھون کر کھاتے۔ لیکن بنی اسرائیل نے شکایت کی کہ وہ ایک ہی طرح کے غذا کھاتے کھاتے اکتا گئے ہیں پھر انہوں نے منّ و سلویٰ کو جمع کرنا شروع کر دیا چنانچہ یہ نعمتیں نازل ہونی بند ہو گئیں۔

نمرود، آتش نمرود، گلزار ابراہیم، آذر خلیل اللہ، مائدہ خلیل

حضرت ابراہیم خدا کے بلند مرتبہ پیغمبروں میں سے تھے خلیل اللہ ان کا لقب تھا عام طور پر ان کے والد کا نام آذر بتایا جاتا ہے کچھ مورخین کا خیال ہے کہ آذر ان کے چچا کا نام تھا آذر ماہر بت تراش تھا حضرت ابراہیم خدا پرست تھے اور خدا کو ایک مانتے تھے چنانچہ آپ نے بت پرستی کی مخالفت کی اس مخالفت کے نتیجہ میں حاکم وقت نمرود نے انہیں بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈلوا دیا۔ خدا کے حکم سے وہ آگ گلزار بن گئی اور ان کو کوئی نقصان نہ پہونچا۔ ؎

نار نمرود کو کیا گلزار
دوست کو یوں بچا لیا تو نے

خدا نے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے کو قربان کر دیں حضرت ابراہیم اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو خدا کی راہ میں ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے لیکن جب انہوں نے ذبح کیا تو خدا کے حکم سے ان کی چھری کے نیچے حضرت اسماعیل کے بجائے ایک دنبہ ذبح ہوا اور اس طرح عید قربان کا تہوار قائم ہوا۔ حضرت ابراہیم کے دو بیٹے تھے حضرت سارہ سے حضرت اسحاق اور حضرت ہاجرہ سے حضرت اسماعیل۔ حضرت اسحٰق کی نسل بنی اسرائیل کے نام سے کنعان و مصر میں پھیلی اور حضرت اسماعیل کی نسل عرب میں پھیلی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت ابراہیم کی نسل ہی میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم حد درجہ مہمان نواز تھے اسی بنا پر مائدہ خلیل مشہور ہے۔ حضرت ابراہیم کا لقب خلیل اللہ تھا

(مشکور دلی وراثی)

پروفیسر بی۔ لیگلاں

قدیم مصر پر جنوبی ملکوں کے اثرات

مصر سے متعلق ماہرین اکثر یہ کہتے ہیں کہ مصر دریائے نیل کے کنارے پر واقع ہے اور دریائے نیل ایک افریقی ندی ہے۔ ان ماہرین نے بحیرہ روم کی تہذیب اور بائبل کے مطالعے سے مصر کے بارے میں جاننے کی کوشش کی ہے۔ انہیں یہی معلوم تھا کہ مصر کے ایشیائی اور شامیوں سے تعلقات تھے لیکن گزشتہ چند برسوں سے نیوبیا اور سوڈان جیسے جنوبی ملکوں کی اہمیت اور ان کے اثرات کو قبول کیا جانے لگا ہے۔

شمال مشرقی افریقی ملکوں کی طرف سے بنائی گئی بہت سی چیزیں مصر کی قدیم تہذیب سے کافی حد تک ملتی جلتی ہیں۔ دریائے نیل کے آس پاس ملنے والی چٹان بحر اوقیانوس سے لیکر بحر احمر تک پھیلی ہوئی تہذیب و تمدن سے مشابہت رکھتی ہیں۔

نیوبیا کا پہلی بار ۱۹۳۹ء میں مطالعہ شروع کیا گیا۔ یہ بات باعث افسوس ہے کہ اسوان پر باندھ بنائے جانے کے سبب نیوبیا کا بیشتر حصہ اس وقت زیر آب ہے۔ نیوبیا کی اوپری طرف سوڈان ہے اب یہی یہ بات قطعی طور پر معلوم ہو گئی ہے کہ وہاں مصر کے لوگوں نے اپنی ایک بہت بڑی مملکت بنائی تھی اور انہوں نے ساحل کے نزدیک کافی عمارتیں بھی تعمیر کی تھیں۔

توس سوم اور راعمسس دوم دونوں کا نیوبیا کے فاتح کے طور پر احترام کیا جاتا ہے اور ابوسمبل کے مشہور مندر کا ایک علاقے پر جادو جیسا اثر پڑا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی بڑی بڑی عمارتوں کو خاص جنوب کی طرف رکھا جاتا تھا۔ یہ وہ سمت تھی جدھر سے مصر کو کوئی خطرہ ہو سکتا تھا اور سمت میں طاقت کا مظاہرہ کرنا بہت اہمیت رکھتا تھا۔

بعد میں فرعون نے اپنی خاص میرانگ تہذیب کو پھیلایا۔ یہ خاص طور پر مقامی روایات پر مبنی تھی۔ حالانکہ اس میں استعمال کیا گیا بیشتر سامان مصر کا ہی تھا۔ اس تہذیب کا سارے افریقہ پر اثر پڑا۔ سنہ ۶۶۵ قبل مسیح سے لے کر سنہ ۳۲۰ء تک میرانگ مملکت نیل ندی کے وسطی علاقہ کی ایک بڑی طاقت بنی رہی۔ خرطوم سے لے کر چاڈ تک اور اس سے بھی آگے تک مغربی افریقہ تک اسے ایک بڑی طاقت تسلیم کیا جاتا تھا۔

راعمسس کی حکمرانی سے ۱۲۰ برس قبل ابوسمبل کے مندر کی تعمیر سے پہلے امن ہوتیپ سوم کے زمانے میں دو مندر موجود تھے۔ صولیب اور سدے ڈنگ میں بھی امن ہوتیپ سوم کے مشہور مندر تھے۔ سنہ ۱۹۵۸ء سے سنہ ۱۹۷۸ء ۲۰ سال تک مائیکل جیو جرجی اور مین فرانسس نے ان مندر کے سلسلے میں تحقیقات کا کام کیا۔ تحقیق و جستجو کے نتیجے میں جامع اور مفصل رپورٹ تیار کی گئی جو اب تک شائع نہیں ہو سکی ہے۔ اس دستاویز سے ہمیں کافی معلومات حاصل ہوتی ہے علاوہ ازیں اس قدیم مملکت کے بارے میں بھی ہمارے پاس ۲۵۰۰ ق م پرانے دستاویزات ہیں۔ بعض دستاویزات کا تعلق دیگر مملکتوں سے ہے۔ ان دستاویزات سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ لگ بھگ ۹۰۰ ق م میں مصر کی راجدھانی نوباسیتس تھی۔ صولیب کا مندر ۱۳۰۰ ق م کے زمانے کا ہے اس طرح ان دستاویزات سے تاریخ کی متعدد عجیب و غریب باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

صولیب کے مندر میں ایک بہت بڑا ہال بھی ہے شمال کی جانب ایشیائی کی کچھ شکلیں بنی ہوئی ہیں ان کی مدد سے امن ہوتیپ سوم کے دور کی مغربی ایشیائی لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہے جنوبی جانب افریقیوں کی شکلیں بنی ہوئی ہیں۔ ایشیائی اور کالے لوگوں کی ان شکلوں میں ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ شکلیں دنیا میں مصر کی طاقت اور قوت کی علامت مانی جاتی ہیں۔

اپنے متعدد وسائل کی وجہ سے مصر نہ صرف زیادہ طاقتور بن گیا بلکہ امیر بھی ہو گیا۔ نئی مملکت کی ترقی اور پیش قدمی، مختلف کانوں میں سونا ہاتھ لگنے سے ہی ممکن ہو سکی ہے اس کے بغیر یہ ممکن نہیں تھا۔ سونے کے بیش بہا ظروف سے ہی ہمیں اس علاقے کے وسائل اور تہذیب کا پتہ چلتا ہے۔ مصر پر متعدد غیر ملکی مذاہب

بھی اپنا اثر ڈالا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلح افواج کی ہیئت بھی بدل گئی۔ یہ تبدیلی لانے میں ایشیا اور افریقہ نے اہم کردار ادا کیا۔ ۱۲۰۰ سے ۱۴۰۰ ق م کی مدت کے دوران مصر کی تعمیر نو میں غیر ملکیوں نے کافی مدد کی۔ فوج کے بیشتر عہدیدار اور کثیر تعداد میں دیگر افسر ایشیائی یا نوبیا کے تھے۔ مختلف نشیب و فراز کی وجہ پر یہ مملکت ختم ہو گئی۔ اس واقعے کے سبب مصر کو چار سو برس سے جو وقار اور مرتبہ حاصل تھا اسے کافی ٹھیس پہونچی اس کے بعد نیوبیا والے جنوب کی سمت میں پیچھے چلے گئے۔ بعد ازاں لگ بھگ ۷۵۰ ق م میں انہوں نے دریائے نیل سمیت مصر پر پھر سے فتح و کامرانی حاصل کی۔

میروئیک زبان کی لغت اور اس کی شکل ابھی تک ایک راز بنی ہوئی ہے لیکن آج ہمارے پاس اس دور کی تقریباً ایک ہزار کتابیں موجود ہیں ان کتابوں کی مدد سے اس دور کے بارے میں کافی معلومات اور جانکاری حاصل ہوتی ہے

میں نے یہ مطالعہ پندرہ برس قبل شروع کیا تھا اور یہ آج بھی میرے لئے ایک راز بنا ہوا ہے ابھی تک اس زبان کے بارے میں بہت سے مفروضے قائم کر چکا ہوں ایک مرتبہ کتاب کا ایک سبق درج کر لینے کے بعد میں اپنے کمپیوٹر سے یہ سوال معلوم کرتا ہوں کہ زبان کے کون کون سے الفاظ وقفے وقفے سے بار بار استعمال ہونے والے الفاظ سے ملتے ہیں اس طرح میں نے بڑے بڑے شہروں کے انتظامی اداروں خصوصی عہدیداروں وغیرہ کی ایک طویل فہرست مرتب کر لی ہے۔ میں نے بہت سے دیوی دیوتاؤں کا بھی پتہ لگانے میں کامیابی حاصل کی ہے میں آپ کو یہ بتا سکتا ہوں کہ ان کے عبادت کے کیا طور طریقے تھے۔

ہم جس چیز کی تلاش میں ہیں وہ کچھ اس طرح ہے کہ میروئیک تحریر کی تعریف میروئیک زبان کے علاوہ مصری اور یونانی زبانوں میں بھی کی گئی ہوگی یہ ہمارے لسانی مسائل کا ایک انوکھا حل ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ نیوبیا میں سوڈان میں یا ممکنہ طور پر مصر میں وہ سامان مل جائے گا جس کی ہمیں تلاش ہے لیکن ہمیں اس مقصد کے حصول کے لئے اس علاقے میں کھدائی جاری رکھنی ہوگی ●

بقیہ :۔ کارل مارکس اور ہندوستان

مطلق العنان حکومت قائم کرنے میں کامیابی ملی۔ مارکس یورپی حکمرانوں اور مقامی استحصال پسندوں کے سخت خلاف تھے۔ انہوں نے زمینداروں، تحصیل داروں اور ٹھیکیداروں سے، جو غریب کاشت کاروں کا استحصال کرتے تھے، ظالمانہ طرز عمل پر نکتہ چینی کی۔

ہندوستان کے مستقبل کی پیشن گوئی۔ مارکس نے ہندوستانی تواریخ اور ہندوستانی ثقافت کی انوکھی نوعیت کو زیر غور رکھا ان کی تحریروں کے سرسری مطالعے سے کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہندوستان میں اور یورپ میں زندگی کے چند یا دیگر پہلوؤں کا موازنہ کیا تو اس وقت انہوں نے ایشیا کو، یورپ کا مشرق کو مغرب کا ہم وزن بتایا۔ لیکن غائر تجزیہ کرنے کے بعد ہمیں یہ بات معلوم ہوگی کہ مارکس نے ہندوستانی تاریخ کو عالمی تاریخ کی جزو لاینفک قرار دیا۔ انہوں نے ان طریقۂ کار کو ہی اپنے تجزیہ کا نشانہ بنایا جو ہندوستان کے دیگر ملکوں کے ساتھ ابھرتے اور بڑھتے ہوئے رشتہ کی عکاسی کرتے ہیں۔ مارکس کو عالمی تواریخ کی ترقی کے طریقہ کار اور مقامی و علاقائی تواریخ کے عالمی تواریخ کے ساتھ ضم ہونے کے طریقہ کار سے دلچسپی تھی۔ مغربی تاریخ نویسوں نے مغرب اور مشرق کے درمیان فرق کو ایک حقیقت کی طرح تسلیم کر لیا تھا آج بھی بہت سارے مغربی تاریخ داں اور سیاست داں کے یہی خیالات ہیں اور اس طرح وہ سب عالم جدید کی ترقی کی خصوصیات کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ اس دوران ۱۹ ویں صدی کے وسط میں کارل مارکس نے مغرب اور مشرق دونوں کی علاقائی تواریخ کے ڈھانچہ کو توڑنا شروع کیا اور اس کے نتیجہ میں مغرب اور مشرق کے درمیان تاریخی فرق آہستہ آہستہ مٹتا گیا مارکس نے ہندوستان کو عالمی تواریخ کا ایک اہم جزو قرار دیا ●

کوئی پوچھے تو ایک بات کہوں
عشق توفیق ہے گناہ نہیں

—— فراق گورکھپوری

سب گنہگار ہے خدا کی قسم
عشق داخل اگر گناہ میں ہے

—— شاکر کلکتوی

کل ہند نابیناؤں کی رفاہ، کے ہفتہ میں وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو،
نابینا فنڈ میں عطیہ دیتے ہوئے۔

MAGHREBI BENGAL
15th April

Regd. No. WB/CC-52
Vol.30 No.7
PRICE-12 Paise

Manifest
der
Kommunistischen Partei.

کمیونسٹ پارٹی کے مینی فیسٹو کے پہلے
ایڈیشن کا سرورق

لندن کے ہائی گیٹ قبرستان میں کارل مارکس
کی یادگار

لینن، ۷ نومبر ۱۹۱۸ء کو کارل مارکس اور
اینگلس کی یادگار کی نقاب کشائی کر رہے ہیں

Editor : D. N. Dutta, Associate : Md. Azam, Published by the Information & Cultural Affairs Deptt. Govt. of West Bengal and Printed by IMPRESSIVE IMPRESION 10, Dr. Kartick Bose Street, Calcutta-700 009.